۸۵۱۷

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ

الحمد للہ کہ این رسالہ در جواب اعتراضات مانعین نذر و نیاز معہ ثبوت آنہا از احادیث

مسمّٰی بہ

تحقیق البدعۃ
نذر نیاز

مؤلفہ

سید محمد فائق واسطی

نظامی نیازی ساکن قصبہ ہسوہ ضلع فتحپور محلہ متولیانہ

[illegible] پریس فتحگڑھ باہتمام محمد [illegible] شائع ہوا

خیر خواہی

برگ عیشی بگور خویش فرست	کس نیارد پس از تو پیش فرست

جو لوگ اس دنیا سے گزر گئے ہیں اُنکے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور کار خیر میں وہ دوسروں کے محتاج رہتے ہیں پس بنظر عزیز داری یا حق اخوۃ نذر و نیاز خیر و خیرات دعا اور استغفار سے اُنکو یاد رکھنا چاہیئے اور یہ تمہاری ہمدردی بیکار نہیں۔ خدا کی توفیق سے بعد تمہارے جو تمہارے پس ماندہ ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے لئے وہ بھی نذر و نیاز خیر و خیرات دعا اور استغفار کرتے رہینگے۔ **مثنوی** از مؤلف:-

ہر آنکس کہ محتاج بودی باو	پس از مرگ محتاج او شد بتو
پس آنکس کہ احساں نمودہ ترا	ترا زیبد احساں نمودن او را
زتو تحفہ بس ہست نذر و نیاز	کہ رحمت رسد بر تو از بے نیاز
خدایا رساں آنکہ رفت از جہاں	دعای بخیر از پس ماندگاں
مراہم بہ بخش اے خدای کریم	طفیل رسول شفیع عمیم

خیر خواہ خلائق
جز خدا سب سے محمد فائق

قطعہ تاریخ طبع از مؤلف رسالہ

کردم ثبوت نذر و نیاز از حدیث ہا	گر دیدنش کسی را نباشد نکال او
کردم چو فکر سال بگوشم ندا رسید	نذر نیاز فائدہ روح سال او

۳۲ ۱۳ ہجری

تحقیق الحق معہ گنجینہ اسرار قیمت ۵ر
تحقیق الفائق قیمت ۴ر
تحقیق السماع ۴ر
تحقیق البدعۃ ۴ر
تحفۃ المسلمین ۴ر

اظہار الحق ۲ر
تائید الاسلام ۴ر
ہدایت الاسلام ار
کاشف الاسرار
معروف چہرۂ تصوف
تنبیہ المنکرین ۲ر

فہرست کتب مؤلفہ سید محمد فائق نظامی نیازی مقیم شہر میرٹھ کمپ لال کورتی کوٹھی خان بہادر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعد حمد و نعت کے یہ امر پوشیدہ نہ ہے کہ چند امور خیر و برکت کے جو اہل طریقت اور عوام خیر اندیش میں حسن عقیدت کے ساتھ ہو رہے ہیں بعض بعض حضرات نے اُنکو ناجائز سمجھ کر اُس خیر و برکت کے مٹانے میں سخت کمر باندھی ہے۔ منجملہ اُن امور کے ایک **محفل میلاد** ہے جس میں ذکر خیر حبیب خدا صلعم کا ہوتا ہے اسکو وہ بدعت کہتے ہیں اور ایسے لفظوں سے اُسکو تعبیر کرتے ہیں کہ اُنکو سُنکر مسلمانوں کے روئیں کھڑے ہوتے ہیں۔ دوسرے **فاتحہ** ہے جس میں مردوں کو ثواب رسانی ہوتی ہے اور فقرا اور مساکین کے لئے داد و دہش کا موقع ہاتھ آتا ہے۔ اس فاتحہ میں اُنکو چند اعتراض ہیں۔ **اوّل** یہ کہ نذر و نیاز سوای خدا کے کسی دوسرے کو جائز نہیں اور فاتحہ کرنیوالے بزرگوں کے نام کی نذر و نیاز کرتے ہیں اور یہ شرک ہے۔ **دوسرے** یہ کہ کھانا یا شیرینی سامنے رکھکر ہاتھ اُٹھاکر فاتحہ دیتے ہیں اور یہ بدعت ہے۔ **تیسرے** وہ کھانا یا شیرینی جب نذر غیر اللہ ہوئی تو اُسکا کھانا حرام مثل سور کے گوشت کے ہوگیا۔ **چوتھے** اُس نذر و نیاز میں دن کی تخصیص ہوتی ہے اور یہ بھی بدعت ہے۔ **پانچوین** بعض بعض نیازوں میں تخصیص کھانے کی ہوتی ہے یہ بھی بدعت ہے۔ **چھٹے** خود بزرگوں کی نیاز کرتے ہیں اور آپ ہی کھالیتے ہیں مردہ کو ثواب ہی کیا پہونچتا ہے۔ **ساتوین** یہ کہ جو نیکی اسکی تھی جب اُسنے کسی بزرگ یا کسی عزیز کو بخش دی ثواب اُسکے پاس کیا رہا۔ **آٹھوین** یہ کہ جب کسی نے کسی کام کے لئے کسی بزرگ کی نذر کی اور وہ کام ہوگیا اور اُسنے وہ نذر پوری کی تو اس کام کے لئے اُن بزرگ کو اُس نے رشوت دی اور رشوت حرام ہے پس اُسنے اُن کو حرام مال پہنچایا اور وہ بزرگ راشی ہوئے

نویں۔ جب بزرگوں کے مزاروں پر جاتے ہیں تو اُنکے آستانوں کو بوسہ دیتے ہیں بلکہ بعض بعض سجدہ بھی کرتے ہیں اور یہ شرک ہے غرض کہ اسی قسم کے بے اصل بیسیوں شبہات عوام کو سُناکر اُنکو نیک کام سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔

اسلئے یہ ہیچمداں

سید محمد فاروق واسطی

نظامی نیازی ساکن قصبہ ہسوہ ضلع فتحپور اپنے خیال ناقص کے موافق ان اعتراضوں کا جواب دیکر ہر خاص و عام کو اس کارخیر کی طرف توجہ دلاتا ہے اور خداوند کریم سے اس کار خیر کے صلہ میں اپنے لئے اور اس کار خیر کے کرنیوالوں کے لئے امید مغفرت کی کرتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْن۔

پہلا اعتراض

یہ ہے کہ یہ مولود شریف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا بعد زمانہ رسول اللہ صلعم کے ایجاد ہوا اور جو شے بعد زمانہ رسول اللہ صلعم کے ایجاد ہو وہ بدعت ہے اور جو بدعت ہے وہ گمراہی ہے۔

جواب

اوّل یہ جاننا چاہیئے کہ جتنے افعال بندہ کے ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں ایک تو وہ افعال جو قرآن اور حدیث میں امر اور نہی کے تحت میں ہیں۔ دوسرے وہ امور ہیں جنکا ثبوت قرآن اور حدیث میں نہیں بلکہ وہ از قبیلہ محدثات اور طبع زاد انسانی ہیں پس یہ محدثات جنکا ذکر قرآن اور حدیث میں نہیں اور وہ بعد زمانہ رسول اللہ صلعم کے ایجاد ہوئے ہیں اُنکی دو قسمیں ہیں ایک وہ امور محدثہ ہیں جو قرآن اور حدیث کے مخالف نہیں پس ایسے محدثات کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور بعضی محدثات وہ ہیں جو قرآن اور حدیث کے مخالف ہیں پس ایسے محدثات کو بدعت سیئہ کہتے ہیں چنانچہ اسکی تشریح خود رسول اللہ صلعم اپنی زبان مبارک سے فرماتے ہیں۔

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً کَانَ لَهٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَیِّئَةً کَانَ عَلَیْهِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْءٌ (رواہ مسلم منقول از مشکوٰۃ کتاب العلم فصل اوّل)

یعنے جسنے نکالا اسلام میں کوئی نیک طریقہ پس واسطے اُسکے ہے ثواب اسکا اور ثواب اس شخص کا کہ عمل کیا ساتھ اسکے پیچھے اُسکے بغیر کم ہونے اجر انکے سے کچھ۔ اور جسنے نکالا اسلام میں کوئی بُرا طریقہ تو اوپر اُسکے گناہ اُسکا ہے اور گناہ اُن لوگوں کا جنھوں نے عمل کیا بعد اُسکے بغیر اسکے کہ نقصان ہو گناہوں اُسکے سے کچھ روایت کیا اسکو مسلم نے

تنبیہ

اس حدیث میں صراحۃً رسول اللہ صلعم کے ارشاد سے یہ ثابت ہوا کہ امور محدثہ بعض حسنہ ہوتے ہیں بعض سیئہ ہوتے ہیں۔ اور نیز اس حدیث میں مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ سے تو اُنکا اعتراض ہی اُٹھ گیا جو یہ کہتے ہیں کہ جب اسنے اپنی نیکی کسی بزرگ یا کسی عزیز کو بخشدی ثواب اسکے پاس کیا رہا۔ بلکہ اسکو دو ثواب ملے ہیں۔ ایک ثواب اس نیکی کرنے کا دوسرا ثواب اسکے بخشنے کا اسلئے کہ ہر کار خیر کے لئے ایک ثواب ہوا کرتا ہے اور اس سے دو فعل صادر ہوئے ایک اُس نیکی کا کرنا دوسرا اُس نیکی کا ثواب دوسرے کو پہنچانا۔

دوسری حدیث

مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا یَرْضَاہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِھَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْئًا۔

یعنے جسنے نکالی کوئی بدعت گمراہی کی ایسی بدعت کہ نہیں راضی اُس سے خدا اور اُسکا رسول پس ہوگا اُسپر گناہ مثل گناہ اُس شخص کے کہ عمل کیا ساتھ اُسکے اور نہ کم ہوگا یہ گناہ گناہوں

اُسکے سے کچھ -

اہل علم اس قاعدہ کلیہ کو جانتے ہیں

کہ جب کسی مطلق کو کسی قید کے ساتھ مقید کرتے ہیں تو یہ تقئید حقیقۃً اُس مطلق کی تقسیم ہوتی ہے اور اس قید سے مطلق کی دو قسم ہو کر باہم ایک دوسرے کے نقیض بنجاتے ہیں اور جو حکم ایک قسم کا ہوتا ہے اُسکے نقیض کیلئے دوسری قسم کا حکم ہوتا ہے مثلاً حیوان ایک مفہوم کلی ہے جب اس حیوان کو ناطق کے ساتھ مقید کیا تو اُسکے دو قسم نقیضین پیدا ہوئے - ایک حیوان ناطق دوسرا حیوان غیر ناطق اور جب حیوان ناطق پر کتابت کا حکم کریں اور یوں کہیں حیوان ناطق کاتب ہے تو دوسری قسم پر یہ صادق آئیگا کہ حیوان غیر ناطق کاتب نہیں ہے - اسیطرح اس حدیث میں بدعت ایک مفہوم کلی ہے اور ضلالت باضافت توصیفی اُسکی قید ہے پس موافق قاعدہ مذکورہ بالا کے اس قید سے بدعت کے دو قسم ہوگئے ایک بدعت ضلالت - دوسری بدعت غیر ضلالت - پس بدعت ضلالت پر جبکہ یہ حکم ہے کان علیہ من الاثم الخ تو بدعت غیر ضلالت پر یہ حکم ہوگا ما کان علیہ من الاثم الخ پس بدعت ضلالت جسپر گناہ ہوتا ہے اُسکو بدعت سیئہ کہتے ہیں اور بدعت غیر ضلالت جس پر گناہ نہیں ہوتا اُسکو بدعت حسنہ کہتے ہیں -

اسی حدیث سے بدعت حسنہ اور سیئہ کا دوسرا ثبوت

بدعت موصوف اور لا یرضاہ اللہ و رسولہ اُسکی صفت اور قید ہے جب بدعت اس صفت کے ساتھ مقید ہوئی تو بدعت کے دو قسم ہو گئی - ایک وہ بدعت جس سے خدا اور رسول راضی نہیں پس یہ بدعت سیئہ ہے دوسری وہ بدعت جس سے خدا اور رسول ناراض نہیں پس یہ بدعت حسنہ ہے -

اسی حدیث سے بدعت حسنہ اور سیئہ کا تیسرا ثبوت

بدعت ضلالۃ بترکیب اضافی اضافت بیانیہ ہے اور اضافت بیانیہ میں مضاف اور

مضاف الیہ میں نسبت عام خاص من وجہ کی ہوتی ہے جس میں دو مادہ افتراق کے اور ایک مادہ اجتماع کا ہوتا ہے ایک مادہ افتراق کا کفر ہے جو ضلالت ہے اور بدعت نہیں۔ دوسرا مادہ افتراق کا جمع کرنا قرآن اور حدیث اور اُسکے اعراب کا کہ بدعت ہے اور ضلالت نہیں۔ تیسرا مادہ اجتماع کا مذہب جبریہ اور قدریہ ہے کہ بدعت بھی ہی اور ضلالت بھی ہے پس وہ مادہ افتراق جو بدعت ہے اور ضلالت نہیں وہ تو بدعت حسنہ ہے اور مادہ اجتماع کا وہ بدعت سیئہ ہے۔ ہکذا فی الانوار الساطعہ۔

تیسری حدیث

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ (بخاری)

اس حدیث میں منہ کی ضمیر امر کی طرف پھرتی ہے اور امر سے مراد دین یعنے قرآن اور حدیث ہے اور لیس فعل ناقص ہے جو اسم اور خبر کو چاہتا ہے۔ ہو ضمیر پوشیدہ جو موصول کی طرف پھرتی ہے وہ اُسکا اسم ہے اور جنس محذوف جو منہ کا متعلق ہے وہ اُسکی خبر ہے اس ترکیب سے حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ جس شخص نے ہمارے دین میں ایسی شے نکالی جو قرآن اور حدیث کی جنس سے نہیں وہ رد ہے اور جنس کا یہ حال کہ وہ اپنے انواع افراد کو شامل ہوتی ہے اور جب جنس کی نفی ہوئی اور اُسکا شمول نہ ہا تو وہ بھی قرآن اور حدیث کی غیر اور اُسکے مخالف ہوئی اس صورت میں حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ جس شخص نے ہمارے دین میں ایسی شے نکالی جو قرآن اور حدیث کے مخالف ہے وہ رد یعنی مردود ہے پس اسکا جو مفہوم مخالف ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شے قرآن اور حدیث کے مخالف نہیں وہ رد یعنی مردود نہیں پس جو شے قرآن وحدیث کے مخالف ایجاد ہوئی وہ تو بدعت سیئہ ہے اور جو شے قرآن و حدیث کے مخالف ایجاد نہیں ہوئی وہ بدعت حسنہ ہی

چوتھی حدیث

مَنْ صَنَعَ اَمْرًا عَلٰی غَیْرِ اَمْرِنَا فَھُوَ رَدٌّ ۔

امرنا سے مراد قرآن اور حدیث ہے اور غیر بمعنی مغایر امرنا کی طرف مضاف ہو

علی ضرر کیو اسطے آیا کرتا ہے۔ اس توضیح سے حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ جسنے ایجاد کیا
ایسے امر کو جو قرآن اور حدیث کے مغائر اور اسکو ضرر پہونچانے والا ہے پس وہ امر
محدث رد یعنے مردود ہے۔ رہا اسکا مفہوم مخالف یعنے وہ امر محدث جو مقیدان صفات
کے ساتھ نہیں اُسکی اباحت میں کچھ شک و شبہ نہیں۔ پس اس حدیث سے بھی بدعت
حسنہ اور بدعت سیّئہ کا ثبوت ہوا۔

چونکہ ان حدیثوں مذکورہ بالا سے

یہ ثابت ہوا کہ بدعت دو قسم کی ہوتی ہے ایک بدعت حسنہ اور دوسری بدعت سیّئہ
اسی بناء پر سیرت حلبی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مرقوم ہے۔
مَا اُحْدِثَ وَخَالَفَ كِتَابًا اَوْ سُنَّةً اَوْ اِجْمَاعًا اَوْ اَثَرًا فَهُوَ الْبِدْعَةُ
الضَّلَالَةُ ـــ
وَمَا اُحْدِثَ مِنَ الْخَيْرِ وَلَمْ يُخَالِفْ مِنْ ذٰلِكَ فَهُوَ الْبِدْعَةُ الْمَحْمُوْدَةُ
ترجمہ یعنے جو چیز نکالی گئی اور حال یہ ہے کہ وہ مخالف ہے کتاب یا سنت یا اجماع
یا آثار صحابہ کے وہ بدعت ضلالت یعنی موجب گمراہی ہے جسکی وجہ سے مستحق عذاب
کا ہوتا ہے اور جو چیز ایسی نکالی گئی جو مخالف کتاب یا سنت یا اجماع یا آثار صحابہ کے نہیں
ہے وہ بدعت محمودہ ہے جسپر ثواب مرتب ہوتا ہے۔
الغرض ان حدیثوں مذکورہ بالا سے جب یہ ثابت ہوا کہ بعض بدعت حسنہ ہوتی ہیں
اور بعض بدعت سیّئہ ہوتی ہیں پس یہ حدیثیں جو مفصّلہ ذیل ہیں یہ سب کی سب بدعت سیّئہ
پر محمول ہیں۔ شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا۔ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ وَكُلُّ
مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ وَمَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ
مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ ـــ
شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ اشعۃ اللمعات باب الاعتصام فصل اول

جابر کی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"بدانکہ ہرچہ پیدا شدہ بعد از پیغمبر خدا صلعم بدعت است و از انچہ موافق اصول و قواعد سنت اوست و قیاس کردہ شدہ است برآں آں را بدعت حسنہ گویند و انچہ مخالف آں باشد بدعت ضلالت خوانند و کلیت کل بدعۃ ضلالۃ محمول براین ست و بعض بدعت است کہ واجب است چنانچہ تعلم و تعلیم صرف و نحو کہ بداں معرفت آیات و احادیث حاصل گردد و حفظ غرائب کتاب و سنت و دیگر چیزہائی کہ حفظ دین و ملت برآں موقوف بود و بعض مستحسن و مستحب است مثل بنای رباطہا و مدرسہا۔ و بعض مکروہ مانند نقش و نگار کردن مساجد و مصاحف بقول بعض و بعض مباح ست مثل فراخی در طعامہائی لذیذ و لباسہائی فاخرہ بشرطیکہ حلال باشد و باعث طغیان و تکبر و مفاخرت نشود و مباحات دیگر کہ در زمان آنحضرت صلعم نبود چنانچہ سری و غربال و مانند آں۔ و بعض حرام چنانکہ مذاہب اہل بدع و اہوا برخلاف سنت و جماعت و انچہ خلفاء راشدین کردہ باشند اگرچہ بآں معنی کہ در زمان آنحضرت نبود بدعت است و لیکن از قسم بدعت حسنہ خواہد بود بلکہ در حقیقت سنت است زیراکہ آنحضرت صلعم فرمودہ است برشما باد کہ لازم گیرید سنت مرا و سنت خلفائی راشدین را رضی اللہ عنہم اجمعین"

تفصیل بدعات حسنہ

کلام شریف کا جمع کرنا۔ حدیثوں کا جمع کرنا۔ کلام شریف کے اعراب۔ کلام شریف کے وقوف۔ تدوین علم صرف۔ تدوین علم نحو۔ تدوین علم کلام۔ تدوین علم فقہ۔ تدوین اصول فقہ۔ تدوین اصول حدیث۔ تدوین علم تجوید۔ تدوین علم فرائض۔ تدوین اسماء رجال۔ قرآن اور حدیث کا چھاپنا۔ قرآن و حدیث کا ہدیہ کرنا۔ خطبہ میں اہل بیت اور صحابہ کرام کے نام داخل کرنا۔ خطبہ کیلئے عیدگاہ میں ممبر قائم کرنا۔ جمعہ کی پہلی اذان۔ طواف رخصت میں تعظیماً الٹے پاؤں پھرنا۔ زبان سے نیت کرنا۔ پختہ مسجدیں بنانا اور اُس پر گنبد

قائم کرنا۔ نقش و نگار مسجد۔ آرائش مسجد مسجدوں میں تعین اوقات کیلئے گھڑیاں ٹانگنا۔ مدرسے بنانا۔ خانقاہیں بنانا۔ اہل طریقت کے اذکار افکار اشغال مراقبات وغیرہ واعظین کا بغرض اعلان اشتہار چھپوا کر تقسیم کرانا مجالس وعظ اور دیگر تقریبات میں فرش فروش و دیگر آرائش کا اہتمام کرنا ہر سال بزرگوں کے عرس میں جمع ہوکر صاحب مزار کو ثواب پہنچانا۔ محرم شریف میں سبیلیں اور لنگرخانہ جاری کرنا۔ بزرگوں کی تاریخ وصال میں نذر و نیاز میں کرنا۔ بعد وفات کسی شخص کے بغرض ایصال ثواب تیجا دسواں بیسواں چالیسواں۔ سہ ماہی۔ ششماہی۔ برسی کرنا۔ بعد اختتام کتب درسیہ ایک مجمع عام کے ساتھ مجالس دستار بندی کرنا مسجدوں میں اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کرنا۔ قرآن اور حدیث پڑھانیوالوں کی تنخواہیں مقرر کرنا۔ بغرض ایصال ثواب قرآن شریف پڑھنے والوں کے لئے کچھ نذر کرنا۔ قرآن شریف کی تفسیر لکھنا۔ کتب دینیہ کی شروح اور حواشی لکھنا۔ مسافرخانہ بنانا۔ متعدد اور مختلف اور لذیذ کھانے دسترخوانوں پر چننا۔ متعدد لباس فاخرہ رکھنا اور اُنکا پہننا۔ چھنے ہوئے آٹے کی روٹیاں کھانا۔ پراٹھے اور باقرخانی اور چپاتی اور خمیری میدہ اور سوجی وغیرہ کی پکوا کر کھانا۔ کوفتہ اور کباب اور پسندے اور قیمہ اور قورمہ دوپیازا اور شب دیگ وغیرہ سے لذت حاصل کرنا۔ مختلف سواریوں پر سوار ہونا۔ مذاہب اربعہ میں سے تقلید شخصی کا واجب ہونا۔ طلباء کا جماعت بندی کے ساتھ درس دینا۔ کسی معزز کے لئے بڑے اہتمام سے پیشوائی کرنا۔ علاوہ انکے رسول اللہ صلعم کے بعد جو چیزیں ایجاد ہوئیں اُن کا استعمال کرنا سوای ممنوعات شرعیہ کے سب بدعت حسنہ ہیں۔

جب بدعت حسنہ اور سیئہ کی تعریف اور تشریح معلوم ہوئی

نواب سُنئے کہ دار مدار اسلام کا ایمان پر ہے اور ایمان کی نسبت رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا کہ ایمان کامل اُسکا ہے جسکو میرے ساتھ جان اور مال اور اولاد سے بڑھ کر

محبّت ہو اور محبّت کا پیدا ہونا تین وجہ سے ہوتا ہے مال سے جمال سے کمال سے
مال سے محبت یوں پیدا ہوتی ہے کہ جب کوئی بلا وجہ کسی کے ساتھ کچھ احسان اور سلوک
کرتا رہتا ہے تو خواہ مخواہ اُسکی محبّت دل میں پیدا ہو جاتی ہے جمال سے محبت اس طرح
پیدا ہوتی ہے کہ جب کوئی کسی کو حسین اور جمیل دیکھتا ہے بے اختیار اُسکی طرف جی آجاتا
ہے اور اُسپر شیدائی ہو کر و لولہ عشق میں اُسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ تمام عالم میں سوائے
اُسکے اور کوئی اُسکی نظروں میں نہیں آتا۔ کمال سے محبّت یوں پیدا ہوتی ہے کہ جب
کوئی کسی کے کمالات اور اُسکے اوصاف سُنتا ہے تو لامحالہ اُسکی طرف دل میں محبّت
اور عقیدت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہزار ہا اولیاء اللہ گزرے اور اُنکے نام بھی سُنے گئے
چونکہ اُنکے کسی قسم کے اوصاف اور کمالات نہیں سُنے گئے اسلئے سوائے بزرگ
جاننے کے نہ اُن سے کسی قسم کی محبت ہوتی ہے نہ کسی قسم کی عقیدت ہوتی ہے اور
جنکے اوصاف اور کمالات کانوں میں پہونچے ہیں خود بخود اُنکی طرف دل کھنچا جاتا ہے
کیا آپ نہیں دیکھتے کہ سیکڑوں مولوی صاحب شرک اور بدعت کہتے کہتے اُن بیچاروں
کی زبانیں خشک ہو گئیں مگر جب کسی بزرگ اوصاف شنیدہ کا عرس آجاتا ہے بیتابانہ تکلیف
اُٹھاتے ہوئے خرچ کرتے ہوئے سب کاروبار چھوڑ کر ایک کشش مقناطیسی ہوتی ہے کہ
کشاں کشاں اُنکو وہاں پہنچا دیتی ہے بلکہ جو منع کرنے والے ہیں بعض بعض وہ بھی کھنچکر
چلے جاتے ہیں۔ آخر یہ کیا ہے اُسی محبّت کا اثر ہے جو اُنکے اوصاف سُنکر دلوں میں پیدا
ہوئی ہے جب یہ معلوم ہوا کہ محبّت یا تو مال کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یا جمال کی وجہ
سے یا کمال کی وجہ سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ شان کہ آپ جامع جمیع
صفات کمالیہ ہیں پس جبتک رسول اللہ صلعم کے جمال کی خبر نہو محبّت پیدا ہونیکی کیا صورت
ہے۔ جبتک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بذل ونوال سے آگاہی نہو کہ رسول اللہ
صلعم نے اپنی امّت مرحومہ پر کیا کیا احسان کئے اور قیامت تک کیا کیا احسانات

کرتے رہینگے کسی کو محبت کس طرح ہو سکتی ہے اور جبتک رسول اللہ صلعم کے اوصاف
اور کمالات ظاہر نکئے جائیں وہ کس طرح معلوم ہو سکتے ہیں جس سے محبت پیدا ہو جب
ہمارے ایمان کا کمال رسول اللہ صلعم کی محبت پر موقوف ہے تو اس محبت کے پیدا
کرنے کے لئے ضرور ہے کہ ہر خاص وعام کو رسول اللہ صلعم کے احسانات سُنائے
جائیں کہ آپ نے اُمّت کے ساتھ کیا کیا احسانات کئے اور قیامت تک کیا کیا احسان
کرتے رہینگے تاکہ اپنے منعم کا احسان سُنکر اُنکے دلوں میں حضرت کی محبت پیدا ہو۔
رسول اللہ صلعم کے کمالات اور معجزات بیان ہوں تاکہ اُن کو سنکر لوگوں کے دلوں میں
محبت پیدا ہو رسول اللہ صلعم کے حسن جمال ظاہری و باطنی کا ذکر ہو کہ اُسکو سُنکر لوگوں کے دلوں میں ولولۂ عشق موجزن ہو کہ علت
کمال ایمان کی قرار پائے اور ہر خاص و عام کو ان باتوں کے سُنانیکے لئے یہی ایک سبیل ہے کہ ایک مجمع متبرک قائم کیا
جائے جس میں ہر خاص و عام اچھے بُرے ہر قسم کے لوگ وہاں جمع ہو کر رسول اللہ
صلعم کے فضل و کمال رسول اللہ صلعم کے حسن و جمال رسول اللہ صلعم کے
بذل و نوال سُن سُنکر ہر ایک اپنی اپنی استعداد کے موافق مؤثر ہو کر رسول اللہ
صلعم کی محبت میں چور ہو جائے جس سے ایمان تازہ اور مرتبہ کمال کو پہنچتا ہے پس

یہ مجمع جو اس غرض سے قائم کیا جاتا ہے اسی کا نام مجلس میلاد اور عید میلاد ہے
اور یہ اغراض کہ سب اچھے بُرے لوگ آکر رسول اللہ صلعم کے حالات سُنیں سوائے
مجلس میلاد کے وعظ میں کسی طرح حاصل نہیں ہوتے اسلئے کہ وعظ میں وہی لوگ ہوتے
ہیں جو پابند صوم وصلوٰۃ کے ہوتے ہیں اور عام لوگ جو پابند صوم وصلوٰۃ کے نہیں بالخصوص
جو بالکل آزاد ہیں اول تو انکو اُس طرف رغبت نہیں ہوتی دوسرے بوجہ اُنکی بدوضعی کے آنے سے اُنکو حجاب
مانع ہوتا ہے اور مقصود یہ ہے کہ ہر خاص وعام اچھے بُرے جمع ہو کر رسول اللہ صلعم
کے اخلاق اور عادات اور اُمتوں پر جو آپکے احسانات ہیں وہ سُنیں تاکہ اُن کے دلوں
میں رسول اللہ صلعم کی محبت پیدا ہووے

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

اور رسول اللہ صلعم کے احسانات اور کمالات پر نظر کر کے خود بخود راہِ راست پر آئیں اور بُرائی سے توبہ کر کے نیک کام کی طرف متوجہ ہوں پس ان اغراض کیلئے ایسی مجالس کا ہونا بہت ضروری ہے۔

شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ فرماتے ہیں کہ بعض بدعت حسنہ واجب ہوتی ہے جیسے صرف و نحو جو مبادی علوم ہیں ہم کہتے ہیں کہ جب مبادی علوم واجب ہوئے تو اس مولود شریف کا ہونا فرض ہوا۔ اسلئے کہ اُن مبادی سے ترقی علوم کی ہوتی ہے اور اس مولود سے ترقی ایمان کی

جب مولود شریف میں

ہر قسم کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور انکو ہر قسم کے مسئلہ مسائل سُنانے کا موقع ملتا ہے تو جو حضرات مولود شریف پڑھنے والے ہیں اُنکو چاہئے کہ درضمن فضائل اور کمالات رسول اللہ صلعم کے ہر قسم کے مسائل بھی بیان کیا کریں جنکی تعلیم کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس دُنیا میں تشریف لائے۔

بعض صاحبوں کا یہ اعتراض

کہ یہ ذکر خیر نہ تو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں تھا نہ صحابہ کرام کے زمانہ میں تھا بعد ایک قرن کے یہ امر حادث ہوا ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ

کہ یہ ذکر خیر جسقدر رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں تھا اب اُسکا عشر عشیر بھی نہیں ہے اسلئے کہ بات تاریخوں سے ثابت ہے کہ جسوقت رسول اللہ صلعم نے نبوّت کا دعویٰ کیا تو تمام عرب میں گھر گھر۔ جا بجا۔ ہر جلسہ اور ہر موقع ہر محل اور ہر قوم مخالف اور موافق میں دربارات آپ کی ولادت کا چرچا تھا کہ عبداللہ کے صاحبزادہ جو اس اس

خوبیوں اور کمال کے ہیں اُنہوں نے دعویٰ نبوت کا کیا ہے۔ اُس مجمع میں آپ کی خوبیاں اور کمال سُن سُن کر کروڑہا کفار بغیر کہے سُنے خود بخود مسلمان ہو گئے۔ غرضکہ اُس زمانہ میں کوئی ایسا مجمع نہ تھا جہاں آپ کی ولادت اور خوبیوں کا ذکر نہ ہوتا ہو۔ اُس زمانہ کے مولود میں اور اس زمانہ کے مولود میں یہ فرق ہے کہ اُس زمانہ میں جو آپ کا ذکر خیر ہوتا تھا اُسکو سُن سُن کر لوگ مسلمان ہوتے تھے اور اس زمانہ میں جو انکا ذکر خیر ہوتا ہے اسکو سُن سُن کر لوگوں کے دلوں میں رسول کی محبت پیدا ہوتی ہے جس سے ایمان تازہ اور مرتبہ کمال کو پہنچتا ہے۔

اگر یہ کہئے

کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں جو جیسا اور جس طرح اور جہاں ہوتا تھا اُسی حالت پر باہمی یہ ذکر مذکور تھا یہ فرش فروش اور یہ آرائش جو بیان ہوئی اُس زمانہ میں نہ تھی نہ کوئی کسیکو بُلا کر یہ حال سُناتا تھا اور یہاں بُلا بُلا کر مولود سُنایا جاتا ہے۔

اوّل تو اسکا الزامی جواب ہے وعظ کے لئے جو آجکل فرش فروش اور آرائش کیجاتی ہے اور بغرض اعلان پرچہ چھپوا کر تقسیم کئے جاتے ہیں یہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں نہ تھا پس جسطرح وعظ کے لئے یہ فرش فروش اور پرچوں کا تقسیم کرنا جائز سمجھا گیا اسی طرح مولود شریف میں فرش فروش کا ہونا اور فہرست لکھ کر لوگوں کو اطلاع دینا مناسب سمجھا گیا وعظ میں جائز کہنا اور مولود میں ناجائز کہنا اسکی کوئی وجہ نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے

کہ دو امر یا چند امور خواہ از قبیلہ اقوال ہوں یا از قبیلہ افعال ہوں یا محض ذوات ہوں اُن میں جو باہم اتحاد ہوتا ہے وہ اتحاد نوعی یا جنسی ہوتا ہے اور باعتبار تشخص کے ہر واحد ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے مثلاً انسان کے افراد بے انتہا ہیں باعتبار نوعیت اور جنسیت یعنی انسان ہونے اور حیوان ہونے میں سب ایک ہیں مگر باعتبار تشخص اور

صورت اور شکل کے ہر واحد ایک دوسرے سے جدا حتی کہ دو بھائی حقیقی انسان ہونے اور بھائی ہونے میں دونوں ایک صورت اور شکل اور تشخصات میں ایک کو دوسرے سے کچھ مناسبت نہیں۔ روزہ نماز ہر شخص کا باعتبار نوعیت اور اسمیت کے ایک اور باعتبار اضافات ما یتعلق بہ کے ہر شخص کا روزہ نماز جداگانہ اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام اور اہل اللہ کی روزہ نماز پر جو ثواب ہوتا ہے وہ عوام کے روزہ نماز پر ثواب نہیں ہوتا پس یہ کمی بیشی ثواب کی باعتبار نفس روزہ نماز کے نہیں بلکہ باعتبار کیفیت خشوع اور خضوع اور اخلاص اور طمانیت اور حضوری قلب کے ہے جو از قبیلہ عوارض اور تشخصات ہیں پس باعتبار نوعیت اور اسمیت کے سب کے روزہ نماز متحد اور باعتبار تشخصات اور عوارض کے ہر ایک کا روزہ نماز جداگانہ ہے۔

رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں ہر قسم کی مجالس شادی غمی پند و نصائح اور مشوروں کی ہوا کرتی تھیں وہی مجالس شادی غمی پند و نصائح اور مشوروں کی یہاں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ ہر ایک کو اپنے اپنے قسم کے ساتھ اشتراک نوعی حاصل ہے مگر ہیئت کذائی جو از قبیلہ تشخصات ہے ہر ایک کو مباینت تام ہے۔ وعظ کی مجالس دیکھئے کہ کہیں کھڑے ہو کر وعظ ہوتا ہی کہیں بیٹھ کر۔ کہیں ممبر پہ ہوتا ہے۔ کہیں زمین پر۔ کہیں مسجدوں میں کہیں گھروں میں کہیں بازاروں میں۔ کسی میں روزہ نماز کا ذکر ہے کسی میں دوزخ بہشت کا کسی میں پند و نصائح ہوتے ہیں کسی میں ترغیب اور ترہیب ہے۔ کسی میں نکات اور اسرار کھولے جاتے ہیں کسی میں قصص اور حکایات ہوتے ہیں کسی وعظ میں مجمع کثیر ہوتا ہے کسی میں قلیل۔ کہیں تو اپنی خواہش سے ہوتا ہے کہیں دوسروں کی فرمائش سے ہوتا ہے۔ باوجود ان سب اختلافات کے اسم اور رسم میں سب کو وعظ ہی کہتے ہیں۔ مگر ہیئت کذائی جو از قبیلہ تشخصات ہے ہر مجلس جداگانہ ہے۔

یہی حال مولود شریف کی مجالس کا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں متفرق

جماعتیں بلا انتظام اور بغیر فرش فروش اور تداعی کے دن رات رسول اللہ صلعم کے
محامد اور اوصاف کرتے رہتے تھے۔ اور اس زمانہ میں مثل وعظ کے فرش فروش کے ساتھ
وہی محامد اور اوصاف رسول کے بیان ہوتے ..... ہیں۔ فرق یہ ہے کہ رسول اللہ
صلعم کے زمانہ میں مخالف اور موافق کافر اور مسلمان سبھی کی زبان پر آپ کے محامد
اور اوصاف جاری تھے اور اب مسلمانوں میں ایک فریق ذکر رسول سے بہشت میں
جانے کی امید کر رہا ہے اور ایک فریق اس ذکر سے زبردستی لوگوں کو دوزخ میں
دھکیل رہا ہے۔

بعض صاحبوں کا یہ اعتراض

کہ لوگ شیرینی کے لالچ سے جمع ہوتے ہیں اور یہ شیرینی اسی غرض سے منگائی جاتی ہے
کہ اسکے لالچ سے لوگ جمع ہوں اور ہماری مجلس کو رونق ہو۔ ہم اسکو تسلیم کرتے ہیں
یہ شیرینی اسی غرض سے منگائی جاتی ہے کہ اسکے لالچ سے اچھے بُرے ہر قسم کے لوگ
آئیں اور وہ رسول اللہ صلعم کے فضائل اور رسول اللہ صلعم کے احسانات جو ہمارے
اوپر ہیں اُنکو سُنکر لوگوں کے دلوں میں رسول اللہ صلعم کی محبت پیدا ہو اور جو لوگ روزہ
نماز سے غافل ہیں متنبہ ہوکر راہ راست پر آکر صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوجائیں۔ پس
جس طرح خداوند کریم کے حکم سے رسول اللہ صلعم تالیف قلوب کے لئے کفاروں اور
منافقوں کو صدقہ دیا کرتے تھے تاکہ اس حیلہ سے وہ لوگ مسلمان ہوجائیں ہم تالیف
قلوب کے لئے شیرینی تقسیم کرتے ہیں تاکہ اس بہانہ سے وہ لوگ آکر خدا اور رسول
کی باتیں سُنیں اور خدا کی توفیق سے بے نمازی نمازی بن جائیں۔ اور موافق زعم
معترض کے اسکے ضمن میں ہماری مجالس کو رونق بھی ہوجائے۔

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دوکار

پس اس نیت سے شیرینی تقسیم کرنا حقیقۃً رسول اللہ صلعم کی سنّت ادا کرنا ہے۔

اسکو بدعت کون کہتاہے۔

اب رہی گفتگو قیام کی

اول یہ جاننا چاہیئے کہ افعال شرعی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک حقیقی جو بذات خود کئے جاتے ہیں جیسے روزہ نماز وغیرہ۔ دوسرے تباعی جو دوسروں کے فعل کی نقل ہوتی ہے جیسے ابتداءً حج میں کفاروں کو شجاعت دکھلانے کی غرض سے صحابہ کرام کو چار پھیرے اکڑ کر طواف کرنیکا حکم ہوا تھا اب وہاں کفاروں کا نام و نشان نہیں مگر وہ اکڑ کر چلنا ایسا مقبول ہوا کہ قیامت تک اُسکی اتباع واجب ہوگئی اسی طرح حضرت ہاجرہ علیہا السلام پانی کی تلاش میں صفامروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑیں تھیں اُنکا دوڑنا ایسا مقبول ہوا کہ قیامت تک اُسکی اتباع واجب ہوگئی۔

پس یہ قیام جو ایک فعل ہے

اسکی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک حقیقی۔ دوسرے تباعی۔ قیام حقیقی تو یہ ہے کہ جب سعد بن معاذ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آئے تو رسول اللہ صلعم نے انصار سے فرمایا قُومُوا اِلیٰ سَیِّدِکُمْ اُٹھو اپنے سردار کی طرف اسیطرح جب حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آتیں قام الیہا رسول اللہ صلعم آپ کے لئے کھڑے ہو جاتے فاخذ بیدِہا پھر آپ اُنکے ہاتھ پکڑ لیتے فَقَبَّلَہا پھر آپ اُنکا بوسہ لیتے وَ اَجْلَسَہا فِی مَجْلِسِہٖ پھر اُنکو اپنی جگہ بٹھلاتے وَاِذَا دَخَلَ اِلَیْہَا اور جب رسول اللہ صلعم اُنکے پاس جاتے قَامَتْ اِلَیْہِ حضرت فاطمہ رح آپ کیلئے کھڑی ہوجاتیں فَاَخَذَتْ بِیَدِہٖ اور آپ کا ہاتھ پکڑ لیتیں فقبلتہ پھر اُسکا بوسہ لیتیں وَاجلسہ فِی مَجْلِسِہَا اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں

یہ قیام تو حقیقی ہوا

قیام تباعی یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلعم عالم قدس سے اس عالم میں تشریف لائے

تو بروقت ولادت ملائکہ مؤدب کھڑے ہو کر کلمات تحیت بجالارہے تھے چونکہ ملائکہ کا اُسوقت مؤدب کھڑا ہونا ایک امر محبوب تھا اسلئے اُنکے اتباع کے خیال سے بروقت ذکر ولادت حضور ہملوگ بھی کھڑے ہو جاتے ہیں اور موافق خیال معترض کے ہمارا اسوقت کا اُٹھنا رسول اللہ صلعم کی تشریف آوری کی وجہ سے نہیں ہوتا نہ اس فعل کو کوئی فرض یا واجب یا سنت یا مستحب سمجھتا ہے۔ بلکہ ایک امر ممدوح اور مباح سمجھ کر اتباعاً للملٰئکہ کیا جاتا ہے اور یہ شرعاً ممنوع نہیں۔

دوسرا اعتراض

لوگ نذر نیازیں کرتے ہیں اور اُس میں تخصیص دن کی ہوتی ہے اور یہ بدعت ہے۔

جواب اسکا یہ ہے

کہ عبادت مالی اور عبادت بدنی دونوں کا ثواب پہونچانا حدیثوں سے ثابت ہے یہ بدعت نہیں۔ نذر و نیاز کے ذریعہ سے بزرگوں اور عزیزوں کو ثواب پہنچانا رسول اللہ صلعم کے قول اور فعل سے ثابت ہے یہ بھی بدعت نہیں۔ اس ذریعہ سے غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے یہ بھی پسندیدہ خدا اور رسول ہے یہ بھی بدعت نہیں کرنے والے کی ذات سے جو زندوں اور مردوں کو نفع پہنچتا ہے اسکے صلہ میں کرنیوالا مستحق اجر اور ثواب کا ہوتا ہے یہ بھی بدعت نہیں۔ رہا وقت اور تخصیص دن کی اُسکا حال سُنئے کہ اس عالم میں جتنے کاروبار شرعی اور غیر شرعی دینی اور دنیاوی ہیں سب کے سب اوقات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں کوئی فعل ایسا نہیں کہ کسی وقت کے ساتھ وہ مقید نہو نماز پنجگانہ لیجئے کہ سوائے اپنے اپنے وقت کے دوسرے وقت جائز نہیں۔ روزہ مفروضہ سوائے رمضان کے دوسرے مہینوں میں ادا نہیں ہوتا روزہ کی ابتدا اور انتہا کے لئے ایک ایک وقت خاص ہے۔ امتداد روزہ ایک زمانہ کے ساتھ محدود ہے امساک اور افطار روزہ کیلئے ایک ایک وقت خاص ہے

حج سوائے ذی الحجہ کے کسی اور مہینہ میں کر نہیں سکتے - زکوٰۃ بغیر تمام ہونے سال کے واجب نہیں ہوتی - تہجد کے لئے اخیر شب مقرر ہے - اشراق سوا نیزہ آفتاب بلند ہونے پر متعین ہے چاشت زوال سے پہلے پڑھنے کا حکم ہے - اوّابین بعد مغرب کے مخصوص ہے - کھیتی باڑیاں اپنی اپنی فصلوں میں ہوتی ہیں - پھل پھول کا آنا اپنے اپنے زمانہ میں ہوتا ہے دن رات کی رفتار ایک تعین خاص کے ساتھ ہے تمام مقدرات الہیہ اپنے اپنے وقت پر ظہور کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ مرنا اور جینا بھی اپنے اپنے وقت پر ہوتا ہے -

لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ

یہ تعیین اور تخصیص تو فاعل حقیقی کی طرف سے ہوئی اب فاعل مجازی کے تصرفات سُنئے - جتنے اعمال اور اشغال اور وظائف ہوتے ہیں اُنکے لئے ایک ایک وقت معین ہوتا ہے - شادیوں میں بغیر تاریخ اور وقت معین کئے نکاح نہیں ہو سکتا - مشورہ اور مجالس کے لئے تعین وقت کی ضروری ہے - تمام کاروبار عدالتی وقت معین پر ہوتے ہیں - اسکولوں کی پڑھائی کے لئے وقت خاص ہوتا ہے مدارس عربیہ میں فقہ اور تفسیر اور حدیث وغیرہ کے پڑھانے میں ہر ہر کتاب کے لئے جدا جدا گھنٹے مقرر ہیں نمازوں کے اوقات کے لئے جو شارع علیہ السلام نے حدود قائم کئے ہیں اُنکو توڑ کر اپنی طرف سے وقت کی تخصیص اور تعین گھڑیوں سے کیجاتی ہے جو مسجدوں میں اسی غرض سے لگائی جاتی ہیں - عربی مدارس میں جو طلباء کا امتحان ہوتا ہے یا اُنکی دستار بندی ہوتی ہے اُسکا جلسہ ہمیشہ شوال میں معمول ہے - مولوی صاحبوں کے وعظ کا یہ حال کہ کوئی صاحب ہمیشہ بعد جمعہ کے وعظ کہا کرتے ہیں - بعض صاحبوں نے پیر کا دن مقرر کیا ہے بعض جگہ ہمیشہ بعد عشاء کے وعظ ہوا کرتا ہے - بعض حضرات شہرت کے لئے پرچہ چھپوا کر تاریخ اور وقت اور تعین مکان کے ساتھ اپنے وعظ کا اعلان کرتے ہیں - جو لوگ

اپنے اپنے اوقات کے پابند ہیں اُنھوں نے ہر ہر کام کے لئے ایک ایک وقت معین کر رکھا ہے حتیٰ کہ اُنکا کھانا پینا بھی ایک وقت معین پر ہوتا ہے باوجود اسکے جو حضرات ان نذر نیازوں کی تعیین کو بدعت کہنے والے ہیں وہ سب کے سب ان قیودات اور تعینات غیر شرعی میں سے سر پاؤں تک جکڑے ہوئے ہیں مگر کوئی صاحب اپنے ان فعلوں کو بدعت اور اپنے آپ کو بدعتی نہیں کہتے اور جب کسی نے نذر و نیاز کے لئے کوئی دن معین کرتا ہے تو وہ بدعت اور کرنے والا اُسکا بدعتی بنا دیا جاتا ہے اور یہ خبر نہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا

من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل جمعۃ غفر لہٗ وکتب برًا یعنی جو شخص زیارت کرے اپنے ما باپ کی قبر کی یا ایک کی اُن دونوں میں سے ہر جمعہ میں بخشا جائیگا اور نیک کاروں میں لکھا جائیگا - از مشکوۃ شریف باب زیارۃ القبور -

مولوی اسمعیل صاحب صراط مستقیم میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم بغرض ایصال ثواب جمعہ اور شبرات کو قبرستان میں جاتے اور سورہ یسین جو پاؤ سیپارہ کی ہے پڑھکر اُسکا ثواب اصحاب قبور کو بخشتے -

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل سے ثواب رسانی کے لئے تخصیص جمعہ کی پائی گئی تو موافق اس اصول کے کہ مورد خاص اور حکم اُسکا عام ہوا کرتا ہے ثواب رسانی کے لئے جو نسا دن معین کیا جائے اس اصول کے تحت میں ہوکر منصوص ہو جائیگا - اس صورت میں گیارہویں حضرت غوث پاک رح کی بارہویں رسول مقبول صلعم کی چھٹی خواجہ بزرگ رح کی سترہویں محبوب الٰہی رح کی اکیسویں مولا علی کرم اللہ وجہہ کی - عشرہ محرم شہداء کربلا کی تاریخ وصال کسی بزرگ کی جمعہ جمعرات اپنے خویش واقارب کی اور علاوہ انکے اور جو جو تاریخیں اور دن معین ہیں یہ سب کے سب تحت اسی اصول کے ہوکر منصوص قطعی ہیں انکو بدعت کہنا بالکل غلط اور لوگوں کو

نیک کام سے روکنا اور جنکو ثواب پہنچایا جاتا ہے اُنکو ثواب سے محروم کرنا ہے۔

ملا علی قاریؒ

جو عالم متبحر اور مقتدای وقت گزرے وہ فتاوی برجدی میں لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلعم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا تو تیسرے دن ایک اعرابی کچھ کھجوریں اور جو کی روٹی اور اونٹنی کا دودھ لایا اور رسول اللہ صلعم کے سامنے رکھا۔ رسول اللہ صلعم نے پنج آیت اور تین مرتبہ سورہ اخلاص اور فاتحہ پڑھی اور ہاتھ اُٹھائے واسطے دعا کے اور کہا کہ ثواب اسکا میرے فرزند ابراہیم کو پہنچے پھر حضرت صلعم نے ابوذر غفاری سے فرمایا کہ اسکو لوگوں میں تقسیم کردو چنانچہ اُنہوں نے رسول اللہ صلعم کے فرمانے سے اُس فاتحہ کے کھانے کو لوگوں میں تقسیم کردیا اور حاضرین جلسہ جو امرا اور غریب اُسوقت تھے سبھوں نے اُسکو کھایا۔

اس حدیث سے چند مسئلہ مستنبط ہوتے ہیں

اول تو اس سے تیجے کی اصل نکلتی ہے اسلئے کہ بعد وفات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تیسرے دن رسول اللہ صلعم نے فاتحہ دیکر آپ کو ثواب پہنچایا پس تیسرے دن میت کو ثواب پہنچانا سنت ہوا جسکو بدعت کہکے لوگوں سے چھوڑایا جاتا ہے اور میت کو ثواب سے محروم کیا جاتا ہے۔ دوسرے کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینے کا ثبوت جسکو لوگ کہتے ہیں کہ اسکی کچھ اصل نہیں اور یہ بدعت ہے جب یہ فعل رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے تو اسکو سنت کہنا چاہئے بدعت اور بے اصل کسو جہ سے کہنا چاہئے۔ تیسرے فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھانا ثابت ہوا جس کو بدعت کہا جاتا ہے جب ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ دینا خود رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے تو اسکو سنت کہنا چاہئے بدعت کس طرح کہہ سکتے ہیں چوتھے تیجے کے کھانا کھانے کا ثبوت جسکی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ تیجے کا کھانا جائز نہیں اگر اسکا کھانا ناجائز ہوتا

تو رسول اللہ صلعم اسکو تقسیم کراتے اور صحابہ کرام جو حاضرین جلسہ تھے اُسکو کھاتے اس سے معلوم ہوا کہ تیجے کا کھانا جائز ہے ممنوع نہیں ہے۔ **الغرض** جب اس حدیث سے رسول اللہ صلعم نے بعد وفات کے تیسرے دن کلام الٰہی اور کھانے کا ثواب پہونچایا اور شارع علیہ السلام کی طرف سے اسکا ثبوت ہوا تو عوام میں بعد مرنیکے جو تیسرے دن کلام الٰہی اور کھانے کا ثواب پہنچایا جاتا اور اسکا نام تیجہ رکھا گیا ہے یہ بدعت نہیں بلکہ موافق اس حدیث کے یہ ایک امر مسنون ہے۔

اگر یہ کہئے کہ یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کو چھ لاکھ صحیح حدیثیں حفظ تھیں اُن میں سے اُنھوں نے بخاری شریف میں سات ہزار دو سو چھتر حدیثیں لائے ہیں اور باقی پانچ لاکھ بانوے ہزار سات سو پچیس صحیح حدیثیں چھوڑ دی ہیں۔

امام مسلم کو ایک لاکھ حدیثیں حفظ تھیں اُن میں سے اُنھوں نے مسلم شریف میں صرف بارہ ہزار حدیثیں لائے ہیں اور اٹھاسی ہزار حدیثیں اُنھوں نے چھوڑ دی ہیں

ابو داؤد کو پانچ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں اُن میں سے اُنھوں نے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ابوداؤد میں لائے اور باقی تین لاکھ پچانوے ہزار دو سو حدیثیں چھوڑ دیں۔

پس امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ اور ابو داؤدؒ کی وہ صحیح حدیثیں جنکو اُنھوں نے چھوڑ دی ہیں اُن سب کا مجموعہ (۹۷۵۹۲۵) حدیثوں کا ہے جو صحاح ستہ میں نہیں پس ان حدیثوں کا صحاح ستہ میں نہونے سے یہ لازم آیا کہ وہ واجب العمل نہیں۔ اگر واجب العمل ہیں تو اُنہیں حدیثوں میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے اس صورت میں یہ حدیث بھی واجب العمل ہوئی۔ اگر یہ کہئے کہ یہ حدیث **وضعی** ہے تو اسکے وضعی نہونیکا یہ ثبوت ہے کہ ملا علی قاری ایک بڑے عالم متبحر اور محقق اور مقتدائے وقت گزرے جنکو بڑے بڑے اہل علم مانتے چلے آئے ہیں اگر یہ حدیث وضعی ہوتی

تو وہ اپنے فتاوی میں اس حدیث کو ہرگز نہ لاتے۔ پس ایسے عالم متبحر اور محقق کا اس
حدیث کو اپنے فتاوی میں لانا دلیل اس امر کی ہے کہ یہ حدیث وضعی نہیں اور جب
وضع کو اس میں دخل نہیں تو اسکا قولِ رسول اور حدیث ہونا قطعی اور یقینی ہوا اب
رہا اُسکا قوی یا ضعیف ہونا یہ دونو امر عارضی اور ظنی ہیں پس قطعی اور یقینی امر کو
چھوڑ کر ظنی پر عمل کرنا یہ کونسی تحقیق اور عمل بالحدیث کا مسلک ہے البتہ اس حدیث کے
معارض اگر کوئی دوسری حدیث ہوتی اُسوقت اُن کی قوت اور ضعف پر نظر کر کے قوی
کو ترجیح ملتی اور جب کوئی حدیث اسکے معارض نہیں تو باوجود قطعیت حدیث کے اسکے
عمل کرنے سے کونسا امر مانع ہو رہا ہے۔ الغرض ایصال ثواب کے لئے شارع
علیہ السلام سے جب تخصیص جمعہ کی اور نیز اصل تیجہ کی پائی گئی تو بغرض تکثیر ثواب
عوام الناس جو تیجا۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ سہ ماہی۔ ششماہی۔ برسی وغیرہ
کرتے ہیں یہ بحسب قاعدہ منصوص ہو کر دائرہ بدعت سے خارج ہو گئے اور اس کے
کرنیوالے بدعتی نہ رہے۔ اور اس کثرت سے نیازوں کے کرنیکا جو نفع ہے وہ ظاہر ہے کہ کثرت
سے نذر و نیازیں ہوتی ہیں اُسی کثرت سے نیاز کرنیوالے مستحق ثواب کے ہوتے ہیں اور اُسی کثرت سے بزرگوں اور عزیزوں کو ثواب پہنچتا ہے
اور اسی کثرت سے نذر و نیازوں کا کھانا فقیروں اور مسکینوں پر تقسیم ہوتا ہے پس ان
فائدوں پر نظر کر کے یہ نذر نیازیں متعدد اور کثرت سے مقرر کی گئیں اور یہ امر تجربہ سے
حاصل ہوا کہ جن جن نیازوں کی تاریخیں مقرر ہیں جب وہ تاریخیں آتی ہیں تو پابندی کے
ساتھ وہ نیازیں اپنی اپنی تاریخوں میں ہو جاتی ہیں اور جن نیازوں کی کوئی تاریخ مقرر
نہیں ہوئی کبھی وہ نیاز ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی پس اس مصلحت سے تاریخوں کا
مقرر کرنا ضروری سمجھا گیا اور یہ شرعاً ممنوع نہیں

بعض صاحبوں کا یہ فتویٰ ہے

کہ سوم کے روز جن چنوں پر کلمہ شریف یعنے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا

اُنکے کھانے سے دل سیاہ ہوجاتا ہے۔

جواب

یہ امر ظاہر ہے کہ دار مدار اسلام کا اسی کلمہ شریف پر ہے۔ اسی کلمہ کی بدولت تمام جہان میں نور ایمانی پھیل رہا ہے۔ ہزار برس کا کافر جو دن رات گناہوں میں مبتلا رہا ہو صدق دل سے اسکو ایک مرتبہ کہتا ہے تو اس کلمہ کی یہ خاصیت ہے کہ ہزار برس کی نجاست میں جو وہ لتھڑا ہوتا ہے اُسکو وہ ایسا پاک اور صاف کردیتا ہے گویا ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ پاس انفاس یا ضربوں کے ساتھ اسکی مزاولت کی جاتی ہے تو کرنیوالے کا دل منور اور وہ شخص روشنضمیر ہوجاتا ہے۔ مگر مفتی صاحبوں کے اس فتوی پر تعجب آتا ہے کہ جن چنوں پر سوا لاکھ مرتبہ کلمہ شریف پڑھا جاتا ہے برعکس نورانیت کے اُس میں ایسی ظلمت چھاجاتی ہے کہ اُسکے کھانے سے کھانیوالوں کے دل سیاہ ہوجاتے ہیں۔ قرآن اور حدیث میں تو اسکا کچھ ذکر نہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان چنوں کے کھانے سے مفتی صاحبوں کے دل سیاہ ہوگئے ہیں تو اپنے اس تجربہ پر اُنہوں نے یہ حکم لگایا ہے اور دراصل یہ سیاہی چنوں کے سبب سے نہیں بلکہ اس کلمہ کے سبب سے جو اُن چنوں میں نورانیت آئی تو اُس نورانیت نے اُنکے دلوں کی سیاہی کو اُبھارا اور وہ سیاہی اُنکو محسوس ہوئی تو وہ یہ سمجھے کہ یہ سیاہی ان چنوں کے سبب سے پیدا ہوئی حالانکہ یہ سیاہی اُنکے دلوں کی سیاہی ہے۔

اس تیجہ وغیرہ کے ضمن میں

اس امر کا بیان کرنا بھی بہت ضروری ہے کہ جب بغرض ایصال ثواب کسی عزیز کے غربا اور مساکین کی دعوت کی جاتی ہے تو اُنکے شاملات میں برادرانہ عزیز و اقارب دوست واحباب بھی مدعو ہوتے ہیں مگر انتظام یہ ہوتا ہے کہ اپنے عزیزوں اور احبابوں کیلئے عمدہ اور مرغن جس میں بکری کا گوشت ہوتا ہے بڑے اہتمام سے پکوایا جاتا ہے اور جسکے

لئے یہ خرچ ہو رہا ہے بعد مرنے کے اُسکے نام کا جو کھانا ہوتا ہے وہ معمولی کم روغن گائے کے گوشت کا پکوا کر غربا اور مساکین کو کھلایا جاتا ہے اور یہ خبر نہیں کہ جس چیز کا ثواب کسی کو بخشا جاتا ہے وہ ثواب متمثل اُس شے کے ہو کر اُسکے سامنے پیش کیا جاتا ہے پس اُس اُبالے ہوئے کھانے کا ثواب جو اُسکو بخشا گیا اور وہ متمثل اُس کھانے کے ہو کر اُسکو پہونچا تو کیا اُس کھانے کو دیکھ کر وہ خوش ہوگا ہرگز نہیں۔ پس ایسے کھانیکا ثواب بخشنا حقیقۃً اُس روح کو صدمہ پہنچانا اور روحوں میں اُسکو شرمندہ اور ذلیل کرنا ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو کیا یہی اُبالا کھانا اُسکے سامنے رکھا جاتا اور وہ اُسکو کھا کر خوش ہوتا۔ افسوس ہے کہ جو طفیلی ہیں وہ عمدہ عمدہ کھانے نوش جان کریں اور جسکے واسطے یہ سارا اہتمام اور خرچ ہو رہا ہے اُسکے لئے یہ کھانا نیش جاں ہو جائے۔ ایسی کیا ضرورت ہے کہ اُسکے لئے خرچ بھی کیا جائے اور بجائے راحت کے اُسکو رنج پہونچایا جائے اس کرنے سے نکرنا بہتر ہے۔

اور یہ خوب سمجھ لیجئے کہ یہ کھانا جسکا ثواب کسیکو پہنچایا جاتا ہے یہ حقیقۃً خدا کو نذر کیا جاتا ہے اور اسکے صلہ میں جو اسکو ثواب ملتا ہے اُس ثواب کی نسبت خدا سے یہ درخواست ہوتی ہے کہ خداوندا یہ ثواب میری طرف سے میرے فلاں عزیز کو پہنچا اور یہ معلوم ہے کہ یہ کھانا اور جتنی چیزیں ہیں سب خدا کی دی ہوئی ہیں پس جسکی سب چیزیں دی ہوئی ہیں اُسکو ایسا اُبالا کھانا نذر کیا جائے اور اپنے لئے عمدہ عمدہ کھانوں کا اہتمام ہو یہ کیسی ناشکری ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے

کہ جب یہ کھانا آپ نے خدا کی نذر کر دیا تو آپ کی ملک سے یہ کھانا نکل گیا اور وہ خدا کی طرف مضاف ہو گیا اب غربا اور مساکین جو اُس کھانے کو کھاتے ہیں تو خدا کے مہمان بنکر کھاتے ہیں آپکا اُنکے اوپر کچھ احسان نہیں مگر افسوس ہے کہ جو خدا کا مہمان ہے

اُسکو بغیر فرش فروش کے زمین پر بٹھلاکر ذلت کے ساتھ کھانا دیا جاتا ہے اگر کسی غریب کا پیٹ نہ بھرا اور اُسنے دوبارہ مانگا تو اُسکو گھر کا جاتا ہے اور یہ فکر ہوتی ہے کہ دس کی جگہ پندرہ کو پہنچے یا جو کچھ بچے وہ ہمارے نوکروں کے کام آئے کسی کا پیٹ بھرے یا نہ بھرے۔ آپ ہی اپنے دل ہیں انصاف کیجئے کہ اس کارروائی سے خدا خوش ہوتا ہے یا رسول اللہ صلعم خوش ہوتے ہیں یا جسکے لئے یہ خرچ اُٹھایا گیا ہے اُسکی روح خوش ہوتی ہے یا کھانیوالوں کو کچھ مزہ ملتا ہے کھانے والوں کا تو یہ حال کہ بجائے شکریے کے ہر لقمہ پر صلواتیں پڑھتے جاتے ہیں اور جب کھاکر باہر جاتے ہیں بُرے بُرے لفظوں سے یاد کرتے ہیں کہ آپ تو اچھا اچھا نگلتے ہیں اور ہم غریبوں کو اُبالا کھلایا۔ جب اس کھلانیکا یہ حال ہے کہ نہ تو خدا خوش نہ رسول خوش نہ اُسکی روح کو تازگی جسکے لئے یہ کھایا گیا۔ نہ کھانے والوں کو کوئی مزہ ملا پس ایسے کھانے کھلانے سے تو ہاتھ دھو بیٹھنا ہزار درجہ بہتر ہے۔

اگر کھلانا ہی منظور ہے

تو امرا اور غربا عزیزا اور اقارب سب کو ایک سا اور عزت کے ساتھ کھلایا جائے بلکہ بہ نسبت اپنے عزیزوں اور امراء غربا کے لئے عمدہ کھانوں کا انتظام کیا جائے اس برتاؤ میں اوّل تو خدا خوش دوسرے رسول خوش تیسرے جسکے لئے یہ کھانا کھلایا گیا ہی اُسکی روح خوش۔ چوتھے غربا اور مساکین جنکو عمدہ کھانا نصیب نہیں ہوتا وہ ہر لقمہ میں مزہ لے لیکر دعا دیتے جائینگے اور جب کھاکر باہر جائینگے گلیوں گلیوں اُسکی تعریف کرتے پھرینگے۔ یہ کیسی خوبی کی بات ہے۔

بعض صاحبوں کو ہمارا یہ کہنا ناگوار ہوگا

اور انصافاً نظر کیجئے تو ہمنے اُنکے حق میں خیرخواہی کی ہے اور ان کو دین اور دنیا کی برائی سے بچایا ہے اور اُنکو نیک طریقہ بتایا ہے اب چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

یہ اُسکا فعل ہے۔

بعض صاحب یہ خیال کرکے

کہ ایک مقدار معین میں اگر عمدہ کھانا پکوایا جائے تو مثلاً اُسکو دس آدمی کھاسکتے ہیں اور اور اُسی مقدار میں معمولی کھانا پکوایا جائے تو اُس کھانے سے پندرہ آدمی کا پیٹ بھرتا ہے پس یہ خیال کرکے وہ معمولی کھانا پکواکر بجائے دس کے پندرہ مساکین کو کھلاتے ہیں اگرچہ کرنے والے کی نیت بخیر ہے لیکن عمدگی اور بہتری اسی میں ہے کہ عمدہ کھانا پکواکر بجائے پندرہ کے دس ہی غربا اور مساکین کو عزّت کے ساتھ کھلایا جائے اسلئے کہ بغرض ایصال ثواب جو کھانا ہوتا ہے وہ حقیقۃً خدا کو نذر کیا جاتا ہے پس جو شے خدا کو نذر کی جائے وہ عمدہ اور سب سے بہتر ہونا چاہئے۔ اس دنیا میں جب کسی معزز کو کوئی چیز نذر کی جاتی ہے تو عمدہ سے عمدہ پیش کی جاتی ہے اور خداوند تعالی جو احکم الحاکمین ہے اُسکو اُبلا کھانا نذر کرنا کس طرح طبیعت قبول کرتی ہے پس جو شے خدا کو نذر کی جائے وہ اپنی حیثیت کے موافق عمدہ اور بہتر ہو۔ دوسرے یہ کہ جب وہ کھانا عمدہ ہوا اور اُسکا ثواب متمثل اُس کھانے کے ہوکر اپنے عزیز کے پاس پہنچا تو اُسکی روح خوش ہوگی۔ تیسرے یہ کہ وہ غربا اور مساکین جنکو عمدہ کھانا میسر نہیں ہوتا۔ جب اُسکو وہ کھائینگے تو مزہ لے لے کر ہر لقمہ میں دعا دیتے جائینگے اور جب کھاکر باہر جائینگے گلیوں گلیوں کھلانے والے کی تعریفیں کرتے پھرینگے اور معمولی کھانا پکوانے میں اگرچہ بجائے دس کے پندرہ مسکینوں کا پیٹ بھرےگا مگر یہ بات حاصل نہوگی۔

بعضوں کا یہ اعتراض

کہ جب کوئی مرتا ہے تو اُسکی قبر پر قرآن پڑھنے کے لئے حافظ مقرر کئے جاتے ہیں اور یہ ناجائز ہے۔

جواب

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جمعہ اور شبرات میں رسول اللہ صلعم قبرستان میں جاتے اور سورہ یٰسین جو پاؤ سیپارہ کی ہے وہاں پڑھ کر اُسکا ثواب اصحاب قبور کو بخشتے پس پاؤ سیپارہ کا پڑھنا تو خود رسول اللہ صلعم کے فعل سے مسنون ہوا اور پاؤ سیپارہ سے زیادہ پڑھنے کو شارع علیہ السلام نے منع نہیں فرمایا پھر کیا وجہ ناجائز ہونے کی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ پڑھنے والا جسقدر زیادہ پڑھیگا اُسی قدر اُسکو زیادہ ثواب ملیگا اور جسقدر زیادہ پڑھے ہوئے کا ثواب بخشے کا اُسی قدر اُس بخشنے کا زیادہ ثواب پائے گا اور جسکو اُسکا ثواب بخشیگا اُسیقدر اُسکو زیادہ ثواب پہنچیگا پس ایسی چیز کثیر النفع کو کہ پڑھنے والے کو کثرت سے ثواب ملے جسکو بخشے اُسکو کثرت سے ثواب پہونچے اور اس زیادتی کی شارع علیہ السلام سے ممانعت نہو اپنی طرف سے اُسکو ناجائز کہہ کر پڑھنے والے کو پڑھنے اور بخشنے کے ثواب سے محروم کرنا اور جسکو بخشا جاتا اُنکو ثواب سے محروم رکھنا یہ کونسی ہمدردی اور خیر خواہی زندوں اور مردوں کے لئے ہوئی - اگر اپنے کو توفیق نہو تو دوسروں کو ایسے کار خیر سے کیوں روکا جاتا ہے جسکے کرنے سے زندوں اور مردوں دونوں کو فائدہ پہنچتا ہو - مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں +

یہ سب جانتے ہیں

کہ بعضے امور امتثالی یعنے شارعؑ کے حکم سے کئے جاتے ہیں اور بعضے امور مصلحتوں اور خیر اندیشی پر مبنی ہوتے ہیں - قبرستان پر جاکر جو قرآن شریف پڑھا اور پڑھوایا جاتا ہے اُسکی مصلحتوں پر نظر ڈالئے اور غور فرماکر اپنے دل سے انصافاً فتویٰ لیجئے کہ آیا یہ فعل جائز ہے یا جائز نہیں رسول اللہ صلعم کا قبرستان میں جاکر کلام شریف پڑھنا ثابت ہے پس یہ ممنوع نہیں - قلیل اور کثیر یہ علّت امتناع کی نہیں نہ شارعؑ نے اس سے بحث کی ہے - علاوہ اسکے ایک روز رسول اللہ صلعم کسی جگہ تشریف لئے جاتے تھے

اثناء راہ میں دو قبروں کو دیکھا کہ قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے آپ نے ایک شاخ
کھجور کی منگائی اور اُسکے دو ٹکڑے کئے ایک ٹکڑا ایک قبر پر اور دوسرا ٹکڑا دوسری
قبر پر گاڑ دئے اور یہ فرمایا کہ جبتک یہ شاخیں سرسبز رہینگی اللہ تعالی کی تسبیح کرتی رہینگی
اور اس تسبیح کی برکت سے صاحب مزاروں کو عذاب کی تخفیف رہیگی چنانچہ اسی حدیث
کے موافق جب کوئی مرتا ہے تو دو سبز شاخیں قبر کے سرہانے اور پینانے گاڑ دیتے
ہیں اور کچھ سبزہ لگا دیتے ہیں اسی مصلحت سے بزرگوں کی قبروں پر پھول یا اُسکی
چادریں ڈالتے ہیں۔ الغرض جب رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد ہے کہ یہ سبز شاخ
جبتک سبز رہیگی اللہ تعالی کی تسبیح کرتی رہیگی اور اس تسبیح کی برکت سے مردہ کو عذاب سے
تخفیف رہیگی۔ تو اب خیال فرمائیے کہ جب شاخ کی تسبیح کا یہ اثر کہ مردہ کا عذاب
کم ہو جاتا ہے اور جب کلام الٰہی قبروں پر پڑھا جائے تو کیا کچھ امید تخفیف عذاب کی ہے
اور غالبًا رسول اللہ صلعم جو قبرستان میں جاکر خود سورہ یٰسین وغیرہ پڑھا کرتے تھے
اُسکا یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام الٰہی کے پڑھنے سے جو بندے گنہگار ہیں
اُنکو تخفیف عذاب کی ہوگی اور جو صالح اور نیک بندے ہیں اُنپر نزول رحمت الٰہی کا ہوگا
پس یہی خیال کرکے جو لوگ خیرخواہ اور خیراندیش ہیں اُنھوں نے باتباع رسول قبروں پر
جاکر کلام الٰہی کا پڑھنا جائز رکھا ہے اور جب خود رسول اللہ صلعم قبروں پر جاکر کلام الٰہی
پڑھا کرتے تھے اب جو شخص اُسکی کمی بیشی پر نظر کرکے قبروں پر پڑھنے کو ناجائز کہتا ہے
بپاس ادب ہم اپنی زبان سے اسکو کچھ نہیں کہتے البتہ اُسکے قول کو مردود ضرور
کہینگے۔ اگر یہ کہئے کہ قرآن پڑھنے والے اُجرت لیکر قرآن پڑھتے ہیں اور اُجرت لیکر
قرآن پڑھنا جائز نہیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ اس اُجرت لینے میں قبرستان کی
کیا تخصیص ہے اُجرت لیکر کوئی مکان پر قرآن پڑھے اُسکو بھی ناجائز کہا جائیگا۔ قرآن کی
کیا تخصیص ہے فقہ حدیث تفسیر ان سب کی اُجرت ناجائز ہے اور جب مدرسین

فقہ۔تفسیر۔حدیث کی تنخواہیں لیتے ہیں۔اماموں اور موذنوں کو تنخواہ دی جاتی ہے اگر بغرض ایصال ثواب کسی نے اُجرت لیکر قرآن پڑھا تو اُس بیچارہ نے کیا خطا کی اگر ناجائز ہے تو مدرسین اور اماموں اور موذنوں سب کو ناجائز ہے اور انکو جائز ہے تو قرآن پڑہنے والوں کو بھی جائز ہے۔

اب ہم اس اجرت کے جواز کی ایک صورت بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رح اپنا سب کاروبار چھوڑ کر منصب خلافت پر رونق افروز ہوئے تو آپنے فرمایا کہ جب ہمنے اپنا سب کاروبار چھوڑ کر خدا اور رسول کے کاموں میں اپنے آپ کو وقف کردیا تو اپنے حوائج ضروری اور آل اور اطفال کے کفاف کے لئے ہم کو بیت المال سے لینا جائز ہی پس آپ بقدر ضرورت بیت المال سے کچھ لیا کرتے تھے پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فعل ہمارے لئے ایک نظیر ہوگیا چنانچہ اسی بنا پر جتنے قرآن اور حدیث اور تفسیر اور فقہ کے پڑہانے والے ہیں یا وہ لوگ جو امامت اور موذنی کرنیوالے ہیں ان سب کو اُجرت لینا جائز ہوگیا مگر یہ مدنظر رہے کہ یہ مدرسین جو فقہ اور تفسیر اور حدیث کے پڑہانے والے ہیں یا قبروں پر جاکر قرآن پڑھنے والے ہیں یا امامت اور موذنی کرنے والے ہیں تو یہ لوگ اس پڑہنے پڑہانے کی تنخواہیں نہیں لیتے بلکہ اپنا کاروبار چھوڑکر اپنے اوقات کو ان کاموں میں صرف کرکے اپنے کاموں سے معطل ہوگئے ہیں تو اس پابندی اور حرج اوقات کے صلہ میں یہ تنخواہیں لیتے ہیں جیسے حضرت ابابکر صدیق رح لیا کرتے تھے۔

تیسرا اعتراض

یہ ہے کہ نذر و نیاز سوائے خدا کے کسی دوسرے کی جائز نہیں اور فاتحہ کرنے والے بزرگوں کے نام کی نیاز کرتے ہیں اور یہ شرک ہے۔

جواب کوئی نذر و نیاز بزرگوں کے نام کی نہیں ہوتی بلکہ جتنی نذر و نیازیں ہوتی ہیں

سب خدا ہی کے نام کی ہوتی ہیں اور ان نیازوں کا ثواب بزرگوں کو پہونچایا جاتا ہی اور کسی نیاز کو کسی بزرگ کی طرف مضاف کرنے سے شرک لازم نہیں آتا دیکھو مشکوۃ شریف میں سعد بن معاذ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آئے اور یہ کہا کہ اُس شخص کی ماکا انتقال ہو گیا ہے اور اُسکو کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا اگر موقع ملتا تو کچھ وصیت کرتی۔ اب میں اُسکے لئے کوئی چیز کروں کہ اُسکو اُسکا نفع پہونچے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کنواں کھودو اور یہ کہہ کہ

یہ کنواں سعد کی ماں کا ہے

یہاں رسول اللہ صلعم نے اس کنوئیں کو خدا کی طرف مضاف نہیں کیا بلکہ اُس کی ماں کی طرف مضاف کیا۔

اور غرض اس اضافت سے یہ تھی کہ اس کنوئیں کے پانی سے جو لوگوں کو نفع پہنچے اُس نفع کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچتا رہے۔

اسی طرح جب کوئی شخص نیاز کو کسی بزرگ کی طرف مضاف کرتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ یہ نیاز فلاں بزرگ کی ہے یا یہ گیارہویں غوث پاک کی ہے یا یہ سبیل سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے نام کی ہے یا یہ توشہ شاہ عبدالحق رح کا ہے یا یہ نیاز فلاں بزرگ کے نام کی ہے تو اس سے بھی یہی مراد ہے کہ اس گیارہویں کے کھانے یا شیرینی کا ثواب غوث پاک کیلئے ہے یا اس سبیل کا ثواب سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے لئے ہے یا اس نیاز کے کھانے یا شیرینی کا ثواب فلاں بزرگ کے لئے ہے۔ اور دلیل اس دعوی کی کہ یہ سب نیازیں خدا کے لئے ہوتی ہیں اور صرف اُن نیازوں کا ثواب اپنی طرف سے اُن بزرگوں کو پہنچایا جاتا ہے جنکے نام کی وہ نیاز ہے۔ یہ ہے کہ علی العموم ہر خاص عام پڑھا ہو یا بے پڑھا ہو جتنے ہیں نیاز دیتے وقت یہی کہتے ہیں کہ اس کلمہ کلام کا ثواب یا اس کھانے یا

شیرینی یا جو ماحضر ہو اسکا ثواب فلاں بزرگ کو پہونچے - کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ کھانا یا شیرینی یا جو ماحضر ہو فلاں بزرگ کو پہونچے - اور یہ ظاہر ہے کہ ثواب اُس شے پر ہوتا ہے جو خدا کے واسطے ہو - اگر وہ نیاز خدا کے واسطے نہیں بلکہ کسی غیر کیلیئے ہے تو یہ شخص خداوند تعالیٰ سے کس چیز کے ثواب لینے کا مستحق ہوا جو کہتا ہے کہ اسکا ثواب فلاں بزرگ کو پہنچے پس اس توضیح سے یہ ثابت ہوا کہ یہ نیاز حقیقۃً خدا کیلئے ہے اس صورت میں اسکا یہ کہنا کہ اسکا ثواب فلاں بزرگ کو پہنچے **اقتضاءً** اس معنی میں ہے، کہ خداوندا یہ نیاز جو مینے تیرے واسطے کی ہے اور اُسکے صلہ میں جو تو نے مجکو ثواب دیا ہے تو یہ ثواب میری طرف سے فلاں بزرگ پہنچا - ثواب پہنچانے کی درخواست بھی خدا ہی سے کی گئی کسی غیر سے نہیں کیگئی اب فرمائیے کہ اس نذر و نیاز میں کیا شرک لازم آیا -

بعض صاحبوں کا یہ اعتراض ہے

کہ بعض نیازوں میں تخصیص کھانے کی ہوتی ہے اور یہ بدعت ہے -

جواب علی العموم ہر خاص و عام میں یہ برتاؤ چلا آتا ہے کہ کسیکو انگرکھ کا شوق ہے وہ ہمیشہ انگرکھ ہی پہنے رہتا ہے - کسیکو اچکن سے شوق ہے وہ ہمیشہ اچکن ہی پہنے رہتا ہے کسیکو ٹوپی مرغوب ہے وہ ہمیشہ ٹوپی ہی پہنے رہتا ہے کسی کو دوپٹہ سے رغبت ہے وہ ہمیشہ دوپٹہ ہی باندھے رہتا ہے اسی طرح کھانے پینے کی چیزیں ہیں کہ کسی کو شیرینی سے رغبت ہے وہ اکثر شیرینی ہی کھاتا رہتا ہے کسی کو نمکین چیزیں مرغوب ہیں وہ اکثر نمکین چیزیں کھاتا رہتا ہے - کسیکو ترشی کی طرف میلان ہے وہ اکثر ترش چیزوں کا استعمال کرتا رہتا ہے کسیکو مچھلیوں کا شوق ہوتا ہے کسیکو کریلوں سے رغبت ہوتی ہے غرض کہ جس کو جس چیز سے رغبت ہوتی ہے جب وہ چیز اُسکے سامنے آتی ہے اُسکو دیکھ کر محظوظ ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب معترض صاحب کے گھر کوئی مہمان آجاتا ہے اور اُنکو معلوم ہو کہ مہمان کو فلاں چیز مرغوب ہے پہلے اُسی چیز کا انتظام کرتے ہیں - اسی طرح نیاز دینے والے جب کسی کی نیاز دیتے ہیں اور اُنکو معلوم ہو کہ جسکی نیاز ہے دُنیا میں اُسکو فلاں چیز مرغوب تھی تو اُس چیز پر

نیاز دلاتے ہیں کہ اُس چیز کا ثواب متمثل اُس چیز کے ہو کہ جب اُسکے سامنے ہو گا تو اُسکو دیکھ کر ضرور محظوظ ہو گا پس یہ وجہ تخصیص طعام کی ہے اس میں بدعت اور غیر بدعت کو کیا دخل ہے۔

معترض کا یہ کہنا کہ لوگ کھانا یا شیرینی پر نیاز دیتے ہیں اور خود ہی کھا لیتے ہیں جب سب آپ ہی کھا بیٹھے تو جنکے نام کی نیاز ہے اُنکو کیا پہونچا۔

جواب۔ جو کھانا یا شیرینی بغرض ایصال ثواب کسی بزرگ کے یا کسی عزیز کے کیا جاتا ہے تو اُنکو کھانا یا شیرینی نہیں پہنچائی جاتی بلکہ وہ کھانا یا شیرینی تو خدا کو نذر کیا جاتا ہے اور اُسکے صلہ میں جو خدا سے ثواب ملتا ہے تو وہ ثواب اُن بزرگ یا اُس عزیز کو پہونچا یا جاتا ہے پس جس چیز (ثواب) کا پہونچانا مقصود تھا وہ پہونچ گیا اب رہا کھانا یا شیرینی اُسکا حال سُنئے کہ خدا تو کھانے پینے سے منزہ ہے پس جیسے قربانی جو خدا کیواسطے کی گئی ہے اُسکا گوشت کھانے کی ہر امیر اور غریب عزیز و اقارب مستحق ہیں اسی طرح یہ نیاز کا کھانا یا شیرینی جو خدا کو نذر کی گئی ہر امیر اور غریب اُسکے کھانے کا مستحق ہے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ قربانی میں تہائی گوشت غربا اور مساکین کا حق ہے اور دو تہائی اپنے اور عزیزوں اور احبابوں کیلئے ہیں اور نیاز میں اگر کسی عامی مسلمان کی فاتحہ ہے تو وہ حق صرف غربا اور مساکین کا ہے اور اگر وہ کسی بزرگ کی نیاز ہے تو ہر امیر اور غریب اُسکے کھانیکا مستحق ہے چنانچہ زبدۃ النصائح میں شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں طعام نذر اللہ اغنیا را خوردن حلال نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیا را ہم خوردن جائز است اور شاہ عبد العزیز صاحب سوالات عشرہ محرم کے جواب میں لکھتے ہیں طعامیکہ ثواب آن نیاز حضرات امامین نمایند بر آں فاتحہ و قل و درود خوانند تبرک میشود خوردن آں بسیار خوب است۔

یہ مسئلہ مشہور ہے کہ صدقات اور خیرات اور زکوٰۃ کا مال امراء اور سادات کو کھانا حرام ہے اس سے کوئی صاحب یہ خیال نفرمائیں کہ اُن صدقات اور خیرات کی چیزیں حرام ہیں بلکہ وہ چیزیں فی نفسہ حلال ہیں اگر حرام ہوتیں تو غربا اور مساکین کو بھی کھانا جائز نہوتا چونکہ یہ زکوٰۃ اور خیرات غربا اور مساکین کا حق ہے اسلئے امراء کو کھانا جائز نہیں ہاں اگر کسی غریب یا مسکین کو صدقہ اور خیرات کا مال ملا ہو اور وہ اپنی طرف سے کسی امیر اور

دولتمند کو دے تو اُس امیر کو اُسکا لینا اور کھانا دونوں درست ہے چنانچہ رسول اللہ صلعم بریدہ کے مکان پر تشریف لے گئے اُنہوں نے ماحضر حاضر کیا گوشت کی ہانڈی چولھے پر چڑھی تھی آپ نے فرمایا اس میں سے نہیں لاتیں اُسنے عرض کیا کہ حضرت یہ گوشت صدقہ کا ہے اور آپ صدقہ کا کھاتے نہیں آپ نے فرمایا کہ تمہارے واسطے صدقہ تھا اور تمہاری طرف سے وہ ہم کو ہدیہ ہو جائیگا - اس حدیث سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ صدقہ کا مال فی نفسہ حلال ہے - دوسرے یہ بات ثابت ہوئی کہ کسی غریب یا مسکین کو صدقہ کا مال ملے اور وہ اپنی طرف سے دولتمند یا سید کو پیش کرے تو اُنکو اُسکا لینا اور کھانا جائز ہے - کون سی شرک کی بات پائی گئی جس سے نیاز کرنے والے کو مشرک کہا جائے -

یا تو اعتراض کرنیوالے

اس مفہوم کو سمجھے نہیں اگر وہ سمجھے بوجھے ہیں تو مناع الخیر ہو کر لوگوں کو ایسے کار خیر سے باز رکھنا مقصود ہے جس سے روحوں کو نفع پہنچتا ہے غربا مساکین کا بھلا ہوتا ہے کرنیوالا اس کار خیر کے کرنے سے مستحق ثواب کا ہوتا ہے پس ایسے خیر و برکت کے دروازہ کو بند کرنا یہ مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی نہیں ہے بلکہ سراسر بد خواہی ہے -

چوتھا اعتراض

یہ ہے کہ نیاز دینے والے فاتحہ کے وقت کھانا سامنے رکھتے ہیں اور اُس کھانے پر ہاتھ اُٹھا کر نیاز دیتے ہیں اور یہ بدعت ہے -

جواب

اوّل جواب تو یہ ہے کہ ملا علی قاری فتاوای برجندی میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے صاحبزادہ ابراہیم نے وفات پائی تو تیسرے دن ایک اعرابی کھجوریں اور جو کی روٹی اور اونٹنی کا دودھ لایا اور رسول اللہ صلعم کے سامنے رکھا رسول اللہ صلعم نے پنج آیت اور تین مرتبہ سورہ اخلاص اور فاتحہ پڑھی اور ہاتھ اُٹھائے واسطے دعا کے اور کہا کہ ثواب

اسکا میرے فرزند ابراہیم کو پہنچے پھر حضرت نے ابوذر غفاری سے فرمایا کہ اسکو لوگوں میں تقسیم کردو اُنھوں نے اُس فاتحہ کے کھانے کو تقسیم کردیا اور لوگوں نے کھایا۔ اس حدیث سے کئی مسئلے نکلتے ہیں۔ ایک تیجا کی اصل۔ دوسرے سامنے کھانا رکھ کر فاتحہ دینے کا ثبوت۔ تیسرے فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھانا۔ چوتھے اُس فاتحہ کے کھانے کو تقسیم کرنا اور اُسکا کھانا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جس شے کا ثواب پہونچایا جاتا ہے اُس شے کا متعین اور مخصوص ہونا اُسکے لوازم ذاتی سے ہے جسکا انفکاک ممکن نہیں اسلئے کہ بغیر تعین اور تخصیص کے ایک امر مبہم اور غیر متعین کا ثواب پہونچانا یہ از قبیلہ محالات ہے پس ضرور ہے کہ شے منذورہ کو سامنے رکھ کر باشارہ حسی اُسکو متعین کرکے یوں کہا جائے کہ خداوندا اس شے کا ثواب فلاں بزرگ یا فلاں عزیز کو پہونچا اور اگر وہ شے سامنے نہیں بلکہ غائب ہے تو اُسکو اشارہ خیالی اور قلبی سے متعین کرکے یوں کہا جائے کہ خداوندا اُس شے غائب کا ثواب جو میرے ذہن میں متعین ہے فلاں بزرگ یا فلاں عزیز کو پہونچا۔ جب شے منذورہ حاضر ہو یا غائب ہو دونوں صورتوں میں اُسکا متعین ہونا ضروری ہوا تو ناذر مختار ہے کہ شے منذورہ کو سامنے رکھ کر باشارہ حسی اُسکو متعین کرکے اُسکا ثواب پہنچاتے یا جو شے غائب ہے اُسکو باشارہ عقلی اور قلبی متعین کر اُسکا ثواب پہنچائے لیکن شے غائب میں سوائے ناذر کے اور جو شریک فاتحہ ہیں وہ اپنے اپنے ثواب کو اُس شے کے ساتھ لاحق نہیں کرسکتے پس اس مصلحت سے منذورہ کو سامنے رکھ کر ثواب پہنچایا کرتے ہیں اور معترض کا یہ کہنا کہ لوگ کھانے پر ہاتھ اُٹھاتے ہیں یہ غلط ہے کوئی کھانے پر ہاتھ نہیں اُٹھاتا بلکہ رسول اللہ صلعم کا معمول تھا کہ جب جناب باری میں کسی قسم کی التجا کرتے تھے تو ہاتھ اُٹھاکر دعا مانگتے تھے پس فاتحہ دینے والے جب ثواب رسانی کیلئے جناب باری میں دعا مانگتے ہیں تو باتباع رسول صلعم ہاتھ اُٹھاکر یہ دعا کرتے ہیں کہ خداوندا اس شے

کا ثواب فلاں بزرگ یا فلاں عزیز کو پہنچا پس موافق حدیث مذکورہ بالا کے کھانے کو سامنے
رکھ کر فاتحہ دینا یہ بھی سنت ہوا اور ثواب رسانی کے لئے ہاتھ اُٹھا کر جناب باری میں
دعا اور درخواست کرنا یہ بھی سنت ہوا اسکو بدعت کس طرح کہہ سکتے ہیں۔

پانچواں اعتراض

یہ ہے کہ بزرگوں کی جو نذر ہوتی ہے وہ نذر غیر اللہ ہوئی اور جو نذر غیر اللہ ہوتی ہو اُسکا
کھانا حرام ہے بلکہ بعض واعظین اپنے وعظ میں یہ کہتے ہیں کہ ایسی نذر کردہ شے
جو غیر کے نام کی ہو نعوذ باللہ وہ مثل سور کے گوشت کے ہے۔

جواب اسکا یہ ہے

کہ نذر کرنے والے وقت نیاز دینے کے یہ کہتے ہیں کہ خداوندا اس شے کا ثواب
فلاں بزرگ کو پہونچا اس کلام سے یہ بات ظاہر ہے کہ نذر کرنیوالے اُن بزرگ کو
وہ شے نذر کردہ نہیں پہنچاتے بلکہ اُسکا ثواب پہنچا رہے ہیں اور ثواب دینے
والا خدا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ثواب اُس شے کا ملتا ہے جو خدا کے واسطے
ہو پس اس تقریر سے اقتضاءً یہ ثابت ہوا کہ نذر کرنیوالوں نے جو نذر کی ہے
وہ حقیقۃً خدا کو نذر کی ہے کہ اُسکے صلہ میں جو وہ مستحق ثواب کے ہوئے ہیں اُس
ثواب کی نسبت یہ کہہ رہے ہیں کہ خداوندا اس شے کا ثواب میری طرف سے فلاں
بزرگ کو پہنچا پس جو شے خدا کو نذر کی گئی ہو اور اُسکا ثواب کسی بزرگ کو پہنچا یا گیا ہو
وہ شے کس طرح حرام اور سور کا گوشت ہو گئی۔ اگر کوئی شے خدا کی نذر کرنے سے
بھی حرام ہو جاتی ہے تو یہ قربانیاں جو خدا کے نام کی ہوتی ہیں تو کیا یہ بھی حرام اور
انکا گوشت مثل سور کے گوشت کے ہو گیا حالانکہ جو حرام کہنے والے ہیں اس قربانی
کے گوشت کو بڑی رغبت سے کھاتے ہیں۔ اب ہم دوسری بات کہتے ہیں کہ موافق
رسم و رواج زمانہ کے حرام کہنے والوں کے جو دوست احباب عزیز و اقارب ہیں کبھی

کبھی کوئی چیز بطور تحفہ کے انکو نذر کیا کرتے ہیں اور وہ لوگ اُسکو لیکر بڑی رغبت سے کھاتے ہیں حالانکہ یہ نذر حقیقۃً نذر غیر اللہ ہے پس یہ نذر غیر اللہ جو وہ کھاتے ہیں حلال جانکر کھاتے ہیں یا حرام اور سور کا گوشت سمجھ کر کھاتے ہیں بیان تو فرمائیں۔

علی ہذا رئیسوں اور حاکموں ہیں عید وبقرعید وغیرہ میں اُن کی رعایا اور ماتحت نیاز مندانہ اُنکو نذریں پیش کیا کرتے ہیں اور یہ نذریں حقیقۃً نذر غیر اللہ ہیں پس وہ لوگ جو ان نذروں کو کھاتے ہیں تو حلال جانکر کھاتے ہیں یا حرام اور سور کا گوشت سمجھ کر کھاتے ہیں۔ اور بالفرض یہ حرام کہنے والے اگر کہیں کے حاکم یا رئیس ہوں تو یہ نذریں انکو حلال ہونگی یا حرام اور انکو حلال جان کر کھائینگے یا حرام اور سور کا گوشت سمجھ کر کھائینگے بیان تو فرمائیں۔

افسوس ہے

کہ جو شے خدا کو نذر کی جائے اور صرف اُسکا ثواب وہ بھی خدا کے ذریعہ سے کسی بزرگ کو پہونچایا جائے وہ تو حرام اور سور کا گوشت ہو جائے اور جو شے بندوں کو نذر کی جائے وہ شیر مادر ہو جائے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

چھٹا اعتراض

یہ ہے کہ لوگ بزرگوں کی نذر و نیاز مانتے ہیں کہ اگر ہمارا یہ کام ہوگیا تو مثلاً ہم شیخ عبدالحق رح کا توشہ کرینگے یا فلاں بزرگ کی نیاز دلائینگے یا اُنکے مزار پر چادر چڑھائینگے یا عطریات سے بسائینگے پس اس شرط پر کسی بزرگ کی نذر و نیاز کرنا یہ تو اُن بزرگ کو رشوت دینا ہے اور رشوت حرام ہے اور وہ بزرگ راشی ہوئے۔

جواب اس اعتراض کا یہ ہے

کہ قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ کسی کام کے لئے نذر کرنا شارع علیہ السلام نے مشروع اور جائز کیا ہے پس موافق شرع کے اگر کسی نے یہ نذر کی کہ خداوندا اگر میرا

یہ کام ہو گیا تو میں تیرے لئے اتنے دنوں کے روزہ رکھوں گا یا اتنی نفلیں پڑھوں گا یا اتنے غریبوں کو کھانا کھلاؤں گا یا اُنکا کپڑا بنواؤنگا یا مسجد بنواؤں گا یا کنواں کھدواؤں گا یا حج کرونگا۔ یا تیرے حبیب کا ذکر خیر یعنے مولود شریف کراؤں گا یا شیخ عبدالحق رح کا توشہ کرونگا۔ یا فلاں بزرگ کی نیاز دلاؤں گا اور اُسکا جو کام تھا وہ ہوگیا تو بعد اس کام ہو جانے کے ان نذروں کا ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ نذر معصیت نہو چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ صلعم جہاد سے صحیح وسالم تشریف لائے تو ایک عورت حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے نذر کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سلامت لائے تو میں آپ کو اپنا گانا سُناؤں گی حضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر تو نے نذر کی ہے تو گا بجا کر اپنی نذر کو پوری کر چنانچہ اُسنے ایسا پا کر اپنا گانا بجانا حضرت کو سُنایا اور حضرت نے اُسکے گانے بجانے کو سُنا۔ رواہ الترمذی

اور کام ہو جانے کے بعد

اگر کوئی اپنی نذر پوری نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ سترہویں پارہ گیارہویں رکوع میں

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ

سے اُس نذر کے ادا کرنے کا تقاضا کرتا ہے پس معترض سے ہمارا سوال ہے کہ کسی کام کے لئے نذر کرنا اگر رشوت ہے تو نعوذ باللہ کیا اللہ تعالیٰ بھی رشوت کھاتا ہے جو وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ سے اُسکے لینے کا تقاضا کرتا ہے اگر موافق زعم معترض کے اللہ تعالیٰ جو غنی اور بے نیاز ہے نعوذ باللہ وہ بھی رشوت لیکر لوگوں کے کام کرتا ہے تو بزرگان دین جو محتاج اور بانیاز ہیں اگر وہ رشوت لیکر کسی کا کام نکال دیں تو یہ کونسی تعجب کی بات ہے۔ پہلے خدا کو نعوذ باللہ راشی کہئے پھر بزرگوں پر تہمت لگائیے۔

ساتواں اعتراض

یہ ہے کہ لوگ بزرگوں کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اُنکی قدمبوسی کرتے ہیں ہاتھ چومتے

ہیں آستانوں کو بوسہ لیتے ہیں۔ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور یہ شرک اور بدعت ہے۔

جواب

صفوان بن غسال سے روایت ہے کہ دو یہودی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ سوال کیا۔ آپ نے اُسکا جواب دیا فقبلا یدیہ و رجلیہ جواب سُنکر اون دونوں نے رسول اللہ صلعم کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں چومے فقالا انک نبی اور ان دونوں نے کہا کہ بیشک آپ نبی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف جلد ا صفحہ ۲

حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جب فاطمہ زہرا رسول اللہ صلعم کے پاس آتیں قَامَ اِلَیْھَا رسول اللہ صلعم اُٹھ کر اُن کی طرف چلتے فاخذ بیدھا اور آپ اُنکا ہاتھ پکڑتے فَقَبَّلَھَا پھر اُنکا بوسہ لیتے وَاَجْلَسَھَا فی مجلسہ اور اُنکو اپنی جگہ بٹھاتے اور جب رسول اللہ صلعم حضرت فاطمہ رض کے پاس جاتے قامت الیہ حضرت فاطمہ کھڑی ہوتیں اور آپ کی طرف آتیں فاخذت بیدہ اور آپکا ہاتھ پکڑتیں فَقَبَّلَتْہُ پھر اُسکو چومتیں واجلستہ فی مجلسھا اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ مشکوٰۃ شریف جلد سوم صفحہ ۳۳۶ باب مصافحہ۔

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ سعد بن معاذ حضرت کے حکم سے آئے اور مسجد کے قریب ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے انصار سے فرمایا قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ کھڑے ہو اور جاؤ اپنے سردار کی طرف مشکوٰۃ شریف جلد سوم صفحہ ۳۳۸۔

تنبیہ ان تینوں حدیثوں سے بوسہ لینا اور قیام کرنا ثابت ہوتا ہے اور بقرینہ الی جو بعد قام اور قوموا کے صلہ ہوا کا ہے اُس سے پیشوائی بھی نکلتی ہے۔

حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جب عثمان بن مظعون جو رسول اللہ صلعم کے دودھ شریک بھائی تھے جب اُنکا انتقال ہوگیا قبل عثمان ابن مظعون وھو میت رسول اللہ صلعم نے اُنکا بوسہ لیا اور وہ مُردہ تھے مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۲۸۲

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے انتقال فرمایا ابو بکر قبّل النبی صلعم وھو میت ابو بکرؓ نے نبی صلعم کا بوسہ لیا اور وہ مردہ تھے۔ رواہ الترمذی ازمشکوٰۃ صفحہ ۱۴۷۔ **تنبیہ** ان حدیثوں سے بعد وفات کے بوسہ لینا ثابت ہے۔

کفایۃ شعبی سے منقول ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلعم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم مینے قسم کھائی ہے کہ میں جنّت کے دروازہ کو اور حور العین کا بوسہ لوں (اب میں کیا کروں) حضرت نے فرمایا تقبیل رجل الام ووجہ الاب اپنی ماں کے پیروں کا بوسہ لے اور اپنے باپ کے چہرہ کا بوسہ لے۔ اُسنے عرض کیا اگر ماباپ گزر گئے ہوں تو آپ نے فرمایا قبّل قبر الوالدین اپنے ماباپ کی قبروں کا بوسہ لے پھر اُسنے عرض کیا اگر ماباپ کی قبروں کا پتہ اور نشان معلوم نہو تو آپ نے فرمایا خط خطّین وینو بان احدھما قبر الام والاٰخر قبر الاب تقبّل لھما دو خط کھینچ ایک کو ماں کی قبر فرض کر دوسرے کو باپ کی قبر اور ان دونوں کو بوسہ دے ولا تحنث عنہ اور اپنی قسم مت توڑ۔ **تنبیہ** ان حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ مردوں کو بوسہ لینا اور قبروں کا بوسہ لینا دونوں جائز ہیں۔

الغرض جب ان حدیثوں مذکورہ بالا سے زندوں کے لئے قیام کرنا اور اُنکی پیشوائی کرنا اور زندوں اور مردوں اور قبروں کا بوسہ لینا رسول اللہ صلعم کے قول اور فعل سے ثابت ہے تو یہ فعل مسنون ہوئی شرک اور بدعت کہنا یہ تو نفس کا فتویٰ ہے۔

اور یہ جو کہا گیا

کہ لوگ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اوّل تو کوئی سجدہ نہیں کرتا البتہ بوسہ ضرور لیتے ہیں جو حدیثوں سے ثابت ہے اور بالفرض موافق زعم معترض کے اگر کبھی کسی نے سجدہ بھی کیا تو سجدہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک سجدہ تعبدی دوسرا سجدہ تعظیمی۔ سجدہ تعبدی سوائے خدا کے کسی دوسرے کو کرنا قطعاً حرام ہے اور سجدہ تعظیمی قرآن سے ثابت ہے واذقلنا

للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس۔ جسوقت ہمنے فرشتوں سے آدم کے سجدہ کیلئے کہا تو سبھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سورہ یوسف میں ہے فقعوا لہ ساجدین حضرت یوسف علیہ السلام کے ماں باپ اُنکے سجدہ کیلئے گر پڑے۔ مشکوٰۃ شریف جلد سوم باب الرویا صفحہ ۲۱۷ میں ابن خزیمۃ بن ثابت اپنے چچا ابو خزیمۃ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے خواب میں رسول اللہ صلعم کی پیشانی کا سجدہ کیا اور رسول اللہ صلعم سے اُس خواب کو بیان کیا اُس خواب کو سنکر فاضطجع لہ رسول اللہ صلعم چت لیٹ گئے فقال صدّق رویاک اور فرمایا کہ تو اپنے خواب کو سچا کر فسجد علی جبھتہٖ پس انہوں نے رسول اللہ صلعم کی پیشانی کو سجدہ کیا (مشکوٰۃ شریف باب الرویا صفحہ ۲۱۳) اگر سجدہ تعظیمی جائز نہوتا تو رسول اللہ صلعم خود ہی اپنی پیشانی کا سجدہ نکراتے۔ الغرض جب سجدہ تعظیمی قرآن سے ثابت اور حدیث سے ثابت ہے تو اگر کسی ناواقف نے کسی قبر کا تعظیمی سجدہ بھی کر لیا تو کونسا شرک لازم آیا۔ **اور بعضوں** کا یہ کہنا کہ بوسہ لیتے وقت سر زمین سے لگ جاتا ہے اور یہ صورت سجدہ کی ہے جس سے شرک لازم آتا ہے۔

جواب

اسکا یہ ہے کہ اعتراض کرنیوالوں کے زعم میں اگر سر ٹیکنے سے مشرک ہو جاتا ہے تو اُن صاحبوں کو وقت تکان یا درد سر کے ضرور اپنے سر اور پیشانی کو گھٹنوں اور تکیہ وغیرہ پر رکھنے کا اتفاق ہوا ہو گا اور یہ ہیئت سجدہ کی ہے جو نماز میں فرض ہے پس اس تکیہ وغیرہ پر سر اور پیشانی رکھنے سے وہ مشرک ہو گئے۔[ص] اکثر معاملہ اور مقدموں میں اُنکو حاکم کے سامنے مؤدب کھڑا رہنا پڑتا ہے اور یہ صورت قیام کی ہے جو نماز میں فرض ہے پس اس کھڑے ہونے کے سبب سے وہ مشرک ہو گئے بزرگوں کے سامنے مؤدب اور دو زانو ہو کر بیٹھتے ہیں اور یہ صورت قعدہ کی ہے جو نماز میں واجب اور فرض ہے پس اس بیٹھنے کے سبب سے وہ مشرک ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ص چیزوں کے اُٹھانے میں اُنکو جھکنا پڑتا ہی اور یہ ہیئت رکوع کی ہی جو نماز میں فرض ہی پس اس جھکنے کے سبب سے وہ مشرک ہو گئے ۴

حضرت بغیر نیت اور بغیر شرائط سر ٹیکنے اور اُسکے رکھنے سے مشرک نہیں ہنتا نہ کسی
فعل کا کسی رکن کے ساتھ مشابہ ہونے سے شرک لازم آتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص
بغیر نیت یا بغیر وضو کے تمام ارکان نماز کے ادا کرے تو وہ نماز نہیں اور نہ اُس کا
کھڑا ہونا قیام ہے اور نہ اُسکا جھکنا رکوع ہے اور نہ اُسکا بیٹھنا قعدہ ہے اور
نہ اُسکا سر رکھنا سجدہ ہے بلکہ ایک حرکت مجنونانہ اور فعل عبث ہے اور اگر کوئی نادان
سجدہ کی نیت سے کسی بزرگ کے سامنے یا کسی آستانہ پر سر رکھے وہ بیشک مشرک ہے
اُسکو ہدایت کرنا چاہئے اور جو طریقہ صالحین ہے اُسکو بتلادینا چاہئے نہ کہ
مشرک بنا کر اُسکو جہنم میں جھونکنا چاہیئے۔

آٹھواں اعتراض

یہ ہے کہ لوگ بزرگوں اور صاحب مزاروں سے مدد مانگتے ہیں اور سوائے خدا کے
کسی غیر سے مدد مانگنا شرک ہے۔

جواب

اول ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ جو لوگ اس عالم سے پردہ کر گئے ہیں انبیاء کرام اور اہل اللہ
اور شہداء اور کاملین کا کیا ذکر ہے وہ تو بڑے مرتبہ اور پایہ کے لوگ ہیں عامی مسلمان
جو اپنی اپنی قبروں میں ہیں وہ بھی زندہ اور ذی شعور اور صاحب بصیرت ہوتے ہیں۔
ثبوت اسکا یہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف باب زیارت القبور میں حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ
جس مکان میں رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر صدیق رض استراحت فرماتے ہیں میں
وہاں جاتی اور اپنی چادر اُتار کر رکھ دیتی اور یہ خیال کرتی کہ یہاں ایک تو میرے والد ہیں
دوسرے میرے شوہر ہیں ان سے پردہ ہی کیا ہے اور جب حضرت عمر رض مدفون ہوئے
تو جب میں جاتی ہوں تو حضرت عمر رض سے حیا کر کے اپنی چادر لپیٹے رہتی ہوں۔
اس **حدیث** سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ **اوّل** تو یہ حضرت عائشہ رض کا مزار ہے

جانے سے یہ ثابت ہوا کہ عورتوں کو زیارت کے لئے قبرستان میں جانا جائز ہے
دوسرے یہ کہ حضرت عائشہؓ کا حضرت عمرؓ سے حیا کرکے اُن سے پردہ کرنا
اس سے یہ ثابت ہوا کہ صاحب مزار اپنے مزاروں میں زندہ اور ذی شعور اور صاحب
بصیرت ہوتے ہیں اگر یہ باتیں نہوتیں تو حضرت عائشہؓ حضرت عمرؓ سے پردہ کیوں کرتیں
تیسرے یہ بات کہ جس طرح حضرت عائشہؓ حضرت عمرؓ سے حالت حیات میں اُن سے
حیا اور پردہ کرتی تھیں بعد وصال کے بھی اُنہوں نے وہی آداب لحاظ رکھا۔ اس سے
یہ ہدایت مفہوم ہوئی کہ جو شخص جس طرح حالت حیات میں کسی بزرگ کی تعظیم و تکریم کرتا تھا
بعد وصال جب اُنکے مزار پر جائے تو وہی تعظیم و تکریم ملحوظ رکھے۔

دوسری حدیث

عن عائشة قالت قال رسول الله صلعم مامن رجل یزور علی اخیه و
یجلس علیه الا استانس و رد علیه حتی یقوم۔

روایت ہے حضرت عائشہؓ کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے نہیں کوئی مرد کہ زیارت
کرتا ہے اپنے بھائی کی قبر کی اور بیٹھتا ہے اُسکے پاس مگر انس پکڑتا اور سلام کا جواب
دیتا ہے جبتک وہ قیام کرے۔ **تنبیہ** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صاحب مزار
زیارت کرنے والے کو پہچانتا ہے اور اُسکا سلام سُنکر جواب دیتا ہے اور اگر
کوئی جان پہچان والا ہوتا ہے تو جبتک وہ اُسکے پاس رہتا ہے وہ مانوس رہتا ہے

تیسری حدیث

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ جب میں قبروں کی زیارت کو
جایا کروں تو کیا کہوں آپ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو۔ السلام علی اهل الدیار
من المسلمین والمومنین ویرحم الله المستقدمین والمستاخرین
وانا ان شاء الله بکم للاحقون از مشکوٰۃ شریف صفحہ

اس حدیث سے چند باتیں ماخوذ ہوتی ہیں -

اول یہ کہ جب حضرت عائشہ نے حضرت سے یہ دریافت کیا کہ میں قبرستان میں جاکر کیا کہوں اور حضرت صلعم اُنکو دعا تعلیم فرمائی اور جانے سے منع نہیں فرمایا تو اس سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو زیارت کیلئے قبرستان میں جانا جائز ہے -

دوسرے یہ بات کہ اس دعا میں من المسلمین والمومنین یہ دونو صیغے جمع مذکر کے ہیں اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہر خاص وعام مسلمانوں کی زیارت کے لئے عورتوں کو قبرستان میں جانا جائز ہے -

تیسرے یہ کہ اس دعا میں جو بکم للاحقون ہے اس میں کم ضمیر جمع مخاطب کی ہے اور خطاب اُس سے ہوتا ہے جو زندہ اور شنوا ہو - پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ صاحب مزار اپنے مزاروں میں زندہ اور شنوا ہوتے ہیں -

چوتھی حدیث

السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین والمومنین انتم لنا سلف وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون ٥ ترجمہ - سلام اوپر تمہارے اے اہل قبور مسلمانوں اور مومنین میں سے تم ہم سے پہلے جانے والے ہو اور ہم انشاء اللہ تم سے پیچھے ملنے والے ہیں -

اس حدیث میں السلام علیکم میں کم ضمیر جمع مخاطب کی ہے اور خطاب اُس سے ہوتا ہے جو زندہ اور شنوا اور حاضر ہو - یا اھل القبور میں یا حرف ندا اور اہل القبور منادی - ندا اُس سے ہوا کرتی ہے جو ذی حیات اور شنوا اور حاضر ہو من المسلمین والمومنین یہ دونوں صیغے جمع کے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمان ہمارے خطاب اور ندا اور سلام کو سُنتے ہیں تخصیص کسی نبی یا ولی یا سیّد کی نہیں انتم لنا سلف میں انتم بھی ضمیر جمع حاضر کی ہے - اس خطاب سے بھی یہی ثابت ہوا کہ اہل قبور

اہل خطاب اور ذی حیات اور شنوا ہیں بلکہ للاحقون میں کم بھی ضمیر جمع مخاطب کی ہے پس یہ بھی ثبوت اس بات کا ہے کہ جتنے اہل قبور ہیں سب زندہ اور ہمارے سلام اور کلام کو سنتے ہیں ۔

ایک اور لطیف بات قابل سننے کے ہے

وہ یہ ہے کہ اس دنیا میں اگر کسیکو بغیر اشارہ یا بغیر آواز کے کسیکو سلام کیجئے تو اُسکو خبر بھی نہیں ہوتی اور جو اس عالم سے پردہ کر گئے اور اُنکے مزاروں پر جاکر بغیر اشارہ اور بغیر آواز کے سلام کیجئے تو فوراً سُنکر جواب دیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اُن کی بصیرت اور شنوائی غایت درجہ کی ہے جو دُنیا والوں کو نصیب نہیں اور غالباً اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ دنیا والوں کا سُننا دیکھنا بذریعہ آلات کے ہوتا ہے اور اُنکا سُننا اور دیکھنا بلا آلہ محض روحی ہوتا ہے اسلئے اُنکی بینائی اور شنوائی بڑھی ہوئی ہے صاحب مزاروں سے ندا اور خطاب کرنیکا کیا ذکر ہے جنگلوں میں اگر کوئی کسی آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور حالت اضطراب میں یوں کہتا ہے ۔

اعینونی یا عباد اللہ

فوراً مردان غیب آکر اُسکی مدد کرتے ہیں **الغرض** ان تمام حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ اصحاب قبور اپنی اپنی قبروں میں زندہ اور ذی شعور اور صاحب بصیرت ہوتے ہیں یہ تو محض تمہید اور فی الجملہ ایک قسم کا مقصود بھی تھا اب جو مقصود بالذات ہے اُسکا حال سُنئے کہ اس عالم شہود یعنی دنیا میں ہر شخص ہر کام میں ایک دوسرے کا محتاج اور ایک دوسرے سے مدد لیتا رہتا ہے اگر بادشاہ ہے تو ملکی انتظام میں وزیروں اور اراکین دولت اور مشیروں اور مفتیوں اور فوج و سپاہ اور محافظین اور تحصیل وصول کرنیوالوں اور کارکنان اور اہل قلم وغیرہ کا محتاج ہوتا ہے اور جو جس کام پر مامور ہے اُس کام میں اُس سے مدد لیتا رہتا ہے اور ان وزرا اور اراکین اور

جتنے ملازمین ہیں وہ سب اپنے اپنے مایحتاج بہ اور حصول مناصب ہیں بادشاہ کے محتاج اور اُس سے مدد لیتے رہتے ہیں علی ہٰذا ہر اعلیٰ اور ادنیٰ اپنی اپنی حاجتوں اور ضروریات میں ایک دوسرے کا محتاج اور اُس سے مدد لیتا رہتا ہے خادم جس کام پر مامور ہے اُس کام میں مخدوم خادم کا محتاج اور اُس سے مدد لیتا رہتا ہے اور ایسی ضروریات اکثر علما اور فقرا امرا کے پاس آتے ہیں اور طرح طرح کی حاجتیں بیان کرکے امداد کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اگر کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہوگیا تو جس سے مخلصی کی امید ہوتی ہے اُسکے پاس جاتا ہے اور اس سے یہ کہتا ہے کہ اس مصیبت میں سوائے آپکے اور کوئی مدد کرنیوالا نہیں ہے ۔ معاملہ مقدمہ والے ادنیٰ ادنیٰ اہلکاروں کی خوشامد کرتے ہیں اور اُن سے یہ کہتے ہیں کہ اس کام میں ہماری مدد کیجئے غرض کہ اس عالم میں کوئی ایسا نہیں کہ ایک دوسرے کا محتاج اور اُس سے مدد مانگنے والا نہو مگر ان مدد مانگنے والوں کو ابتک کسی نے مشرک نہیں کہا اور اتفاقاً اگر کسی نے کسی بزرگ سے اعانت اور مدد چاہی فوراً مشرک بنادیا گیا اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ تمام جہان سے مدد مانگی جائے مشرک نہیں کہلاتا اور اللہ والوں سے مدد مانگی جائے تو مشرک ہو جاتا ہے۔

یہ سب جانتے ہیں

کہ اس عالم میں بادشاہ کی طرف سے جو اراکین اور کارکن ہیں علی قدر مراتب اُنکو اختیارات دئے گئے ہیں کہ ہر ذی اختیار اپنے اپنے اختیار کے اندر جو کام ہوتا ہے بذات خود اُسکو کرتا رہتا ہے مثلاً صاحب کلکٹر کو جو اختیار ہے بغیر دریافت حاکم بالا کے جو کام اُسکے اختیار کے اندر ہے خود ہی اُسکو کرتا رہتا ہے اور جو اختیار جج کو ہے پس جو کام اُسکے اختیار کے اندر ہے اُسکو بذات خود کرتا رہتا ہے اور جو اختیار کمشنر کو حاصل ہے اپنے اختیار کے اندر اُس کام کو خود ہی کرتا رہتا ہے اور جو اختیارات لفٹنٹ گورنر کو حاصل ہیں اُن اختیارات کے اندر جو کام ہے بذات خود کرتا رہتا ہے اور

اختیارات ویسرائے کو حاصل ہیں اُن اختیارات کے اندر بذات خود سیاہ سفید کرنے کا مالک ہے۔

اور یہ امر بھی پوشیدہ نہیں کہ بادشاہ کی قلمرو میں جتنے اُسکے زیر حکومت ہیں وہ سب پابند اُس قانون کے ہوتے ہیں جو بادشاہ کی طرف عام اُسکی قلمرو میں نافذ ہے پس جو ذی اختیار اس قانون کے موافق اپنے اختیارات کے اندر بذات خود حکم کرتا ہے تو یہ حکم کرنا حقیقۃً بالواسطہ اُس بادشاہ کا حکم کرنا ہے جسنے اُن کو یہ اختیار دے رکھا ہے۔

جب یہ اصل اصول اور قاعدہ کلیہ معلوم ہوا

تو اب سُنیئے کہ جن حضرات سے مدد مانگی جاتی ہے بعض اہل اللہ وہ ہیں جنہوں نے اپنی ہستی موہومہ کو مٹا کر ذات میں فنا ہو کر عین ذات ہوگئی ہیں اور موافق حدیث مایزال عبدی الی بالنوافل حتیّٰ اُحِبّہ فکنت سمعہ الّذی یسمع بہ وبصرہٗ الّذی یبصر بہ ویدہٗ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا کے جتنے اُنکے افعال اور تصرفات ہوتے ہیں وہ سب ذات کے تصرفات ہوتے ہیں پس انہوں سے مدد مانگنا حقیقۃ خدا ہی سے مدد مانگنا ہے اسمیں شرک کو کیا دخل ہے۔

اور بعض اہل اللہ وہ ہیں کہ موافق حدیث عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اِنّ للّٰہِ تعالیٰ عباداً اِختصّھُم بحوائجِ النّاس لفزع النّاس اِلیھِم فی حَوَائجِھِم۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے بہت بندے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حاجتوں کے واسطے خاص کرلیا ہے لہذا گھبرا کر لوگ اُن کی طرف اپنی حاجتوں کے واسطے جاتے ہیں کذا فی معجم کبیر طبرانی اور جامع صغیر سیوطی منقول از تدریب الطریق صفحہ ۸۵ مثل وایسرائے وغیرہ کے اللہ تعالیٰ نے اُنکو یہ اختیارات رکھا ہے کہ اپنے اختیارات کے اندر بذات خود جو چاہیں وہ کرسکتے ہیں پس ایسوں سے مدد مانگنا حقیقۃً

خدا ہی سے مدد مانگنا ہے جسنے اُنکو اختیار دے رکھا ہے پس یہ بھی شرک نہیں ہے -

اور بعض اہل اللہ ذی اختیار تو نہیں مگر بارگاہ الٰہی میں وہ ایسے مقبول اور مستجاب الدعوات ہیں کہ موافق حدیث کم من اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ ترمذی شریف منقول از تدریب الطریق صفحہ ۸۶ - یعنی بہت لوگ ایسے ہیں کہ ظاہر میں بال بکھرے ہوئے غبار آلودہ رہتے ہیں اور مرتبہ یہ رکھتے ہیں کہ اگر اللہ کے بھروسہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ اُنکی قسم کو پوری کرہی دیتا ہے پس ایسوں سے کسی امر کی درخواست کرنا یہ بھی خدا ہی سے مانگنا ہے جو اُنکی دعا، کو قبول کرنیوالا ہے پس اس میں بھی شرک نہیں -

اور بعض وہ صالح اور نیک بندہ ہیں کہ موافق اُس حدیث کے جسمیں رسول اللہ صلعم نے ایک نابینا کو دعای وسیلہ تعلیم فرمائی تھی اور وہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ انی اسالك و اتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمۃ انی توجهت بك الی ربی لیقضی لی فی حاجتی ھذہ اللھم فشفعه فیّ رواہ الترمذی -

اگر اُنکو وسیلہ قرار دیکر یوں کہا جائے کہ خداوندا بطفیل فلاں بزرگ کے جو تیرے مقبول بندے ہیں میرے اس کام کو کردے تو اسمیں امید قبولیت کی ہے اور اس کہنے سے بھی کوئی شرک لازم نہیں آتا -

رہا لوگوں کا یہ خیال

کہ جن بزرگوں سے مدد مانگی جاتی ہے ہم کو کیا معلوم کہ وہ کس مرتبہ اور کس شان کے ہیں تاکہ اُنکے مرتبہ اور اقتدار کے موافق اُن سے درخواست کی جائے پس اس مظنہ کے دور کرنے کے لئے یہ حدیث قدسی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلعم کی زبان مبارک سے فرماتا ہے -

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ

جیسا بندہ مجاوخیال کرتا ہے میں اُسکے خیال کے موافق کام کرتا ہوں۔

تفصیل اسکی یہ ہے

کہ ہر کام کا کرنے والا خدا ہے لیکن ظہور اسکا ہر شخص کے خیال کے موافق ہوتا ہے پس جسنے یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ میرا کام فلاں بزرگ کے ذریعہ سے نکالے گا اور اُسنے اُن بزرگ سے التجا کی اور اُنکے ذریعہ سے وہ کام ہوگیا تو بظاہر اُن بزرگ نے وہ کام کیا مگر حقیقۃً اُس کام کو خدا ہی نے کیا جسنے اُن بزرگ کو کام کرنے کی قدرت دے رکھی ہے چنانچہ اسی معنی کر ہر شخص روزانہ ہر کام میں ایک دوسرے سے مدد لیتا رہتا ہے اور مشرک نہیں بنتا۔

ہاں کوئی ناواقف اپنی جہالت اور نادانی سے کسی بزرگ کو مستقل بلا عطیہ خداوندی بذات خود ہر کام کا متصرف سمجھے اور اُس سے مدد مانگے یہ البتہ شرک ہے پس ایسے خیال فاسد والے ناواقف کو ہدایت کی ضرورت ہے نہ مشرک بنانیکی۔

اکثر اکابر بالخصوص اہل طریقت

جو خلفاء راشدین کی ترتیب خلافت کو حق جانکر اُسپر راسخ الاعتقاد ہیں اور وہ حضرات جس مرتبہ اور شان کے ہیں اُسپر اُن کا یقین ہے۔اُن میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے مگر فیضان روحی جو کہ ہر سلسلہ میں مولا کا احسان ہے وہ علت میلان خاطر ہو کر مولا علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ایک قسم کی گرویدگی اور محبت پیدا ہو گئی ہے پس بمقتضائے مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا فَاَكْثَرَ ذِكْرَهٗ کے وہ ہر وقت مولا کے وصف میں رطب اللسان رہتے ہیں اسوجہ سے ناواقف لوگ ان محبان مولا کو تفضیلی بلکہ بعض بعض اُنکو شیعہ کہتے ہیں۔

تفضیلی کہنا اُنکا محض ناواقفیت کے سبب سے ہے اسلئے کہ تفضیلی اُسکو کہتے ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور خلفاء پر فضیلت دیتے ہیں اور یہ حضرات

کسیکو کسی پر فضیلت نہیں دیتے بلکہ عنداللہ اور عندالرسول جو جسکا مرتبہ ہے اُس پر انکا ایمان ہے پس ایسے حضرات کو تفضیلی کہنا محض افترا اور بہتان یا کہنے والوں کی ناسمجھی ہے۔

اسی طرح انکو شیعہ کہنا یہ بھی اُنکی ناسمجھی کا سبب ہے اسلئے کہ شیعہ اُسکو کہتے ہیں کہ سوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کسی اور کو خلیفہ نہیں مانتے اور دوسروں کی خلافت سے انکار کرتے ہیں بلکہ بُرے بُرے لفظوں سے اپنی زبان گندی کرتے رہتے ہیں اور یہ حضرات چاروں خلیفہ کو اپنا مقتدا اور پیشوا مان رہے ہیں اور اُنکی خلافت کو حق جان رہے ہیں۔ ترتیب خلافت میں تقدیم و تاخیر کو دخل نہیں دیتے اور کسی کی شان میں کوئی حرف زبان پر نہیں لاتے بلکہ کسی کی تنقیص میں ایمان کا خلل اور آخرت میں خرابی کا سبب جانتے ہیں پس ایسے موصوفین کو شیعہ کہنا کہنے والوں کے فہم کا قصور ہے۔

اگر مولا کی محبت یہی علت تفضیلی اور شیعہ ہونے کی دلیل ہے تو قرآن اور حدیث میں تمام مسلمانوں کو مولا علی کرم اللہ وجہہ سے محبت کرنیکا حکم ہے اس صورت میں جتنے مسلمان اس حکم کے ماننے والے ہیں وہ سبکے سب تفضیلی اور شیعہ ہوئے جاتے ہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں رسول اللہ صلعم سے فرماتا ہے۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى اے محمد لوگوں سے کہدو کہ اس احکام الٰہی کے پہنچانے میں میں تم سے کچھ نہیں مانگتا البتہ یہ چاہتا ہوں کہ میرے اہلبیت اور قریبوں سے محبت کرو۔ اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو رسول اللہ صلعم کے اہل بیت اور قریبوں سے محبت کرنیکا حکم کر رہا ہے۔

اور جب کفار سے مباہلہ کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ

اُسوقت رسول اللہ صلعم نے حضرت علی رضؓ اور حضرت فاطمہ رضؓ اور حضرت حسن رضؓ اور حضرت
حسین رضؓ کو بُلایا اور فرمایا کہ خداوندا یہ میرے قریب اور اہل بیت ہیں اس بیان میں جب
رسول اللہ صلعم نے حضرت علی کو اہل بیت اور قربیٰ میں شمار کیا تو آیت کریمہ میں اللہ
تعالیٰ نے اہلبیت کے ضمن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت کا بھی حکم فرمایا۔ پس موافق
حکم ربی ہر مسلمان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت ضروری ہوگئی **مشکوٰۃ شریف**
میں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان
میں فرمایا لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهٗ وَرَسُوْلُهٗ یعنے البتہ دونگا میں اس نیزہ کو کل ایسے شخص کو کہ
فتح دیگا اللہ تعالیٰ اُسکے ہاتھوں اور وہ دوست رکھتا ہے اللہ کو اور اُسکے رسول کو
اور اللہ اور رسول اُسکو دوست رکھتا ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کی وہ شان ہے کہ خدا اور رسول وہ دونوں کے محبوب ہیں۔ اُسی
مشکوٰۃ شریف میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے پاس
ایک جانور پکا ہوا تھا اُسوقت آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ ائتنی باحبّ خلقك
الیك اے خدا بھیج میرے پاس ایسے شخص کو جو تیرے نزدیک سب مخلوق سے
زیادہ محبوب ہو یاکل معی هذه الطیّر تاکہ میرے ساتھ اس جانور کو کھائے
فجاءَ علیٌّ فاکل معَهٗ پس حضرت علی آئے اور حضرت کے ساتھ اُنھوں نے اُسکو
کھایا اَحبّ خلقك الیك سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت علی
بہت محبوب تھے۔

اُسی **مشکوٰۃ شریف میں** زید بن ارقم سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا
من کنت مولاہ فعلی مولاہ یعنی جس شخص کا میں دوست ہوں علی اُسکے دوست
ہیں یعنی جو مجھکو دوست رکھے چاہئے کہ علی کو بھی دوست رکھے اُسی مشکوٰۃ میں

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اِنَّ عَلِیًّا مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور علی ہر مومن کا دوست ہے ۔ ان دونوں حدیثوں کا بھی یہی مفہوم ہے کہ ہر مسلمان کو حضرت علی سے محبّت چاہئے ۔

جب حضرت علی رضؓ کی یہ شان

کہ خدا اُنکو دوست رکھتا ہے رسول اُنکو دوست رکھتا ہے تمام مسلمانوں کو خدا اور رسول یہ حکم کرتا ہے کہ حضرت علی رض سے محبت کرو پس موافق حکم خدا اور رسول کے جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے محبت کرتے ہیں اور جو چیزیں اُنکی طرف مضاف ہیں اُنکی تعظیم کرتے ہیں اُنکو شیعہ اور تفضیلی کہتے ہیں اور یہ خبر نہیں کہ جو شقی اور بدبخت باوجود حکم خدا اور رسول کے اُسکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے محبت نہیں حقیقۃً وہ خارجی ہے

لِاَنَّہٗ خَرَجَ مِنْ جَمَاعَۃِ الْمُحِبِّیْنَ

پس لوگوں کو ان حضرات سے جنکے اوصاف بیان ہوئے بدگمان ہونا نچاہیے اور نہ اُنکے حق میں الفاظ تفضیلی یا شیعہ کی زبان پر لانا چاہیئے ورنہ موافق اس حدیث کے وہ خود بخود معرض عتاب میں آکر گرفتار بلا ہو جاینگے عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صَلَّی اللہُ علیہ وسلم لَا یَرْمِیْ رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک رواہ البخاری از مشکوٰۃ ۔

قطعہ تاریخ از مؤلف

چوں ایں رسالہ منتخبات گنجینہ
درج ایں مرد رشد انیس گی

بہر تاریخ ختم صبح از من گفت
۱۳۱۲ اعتراضات بی جواب اولیٰ ۶ ۱۹